

# رمضان المبارک کے کام

اپنے آپ کو اور اپنے ماحول کو عبادت کے لیے تیار کرنا، توبہ و استغفار کی طرف جلدی کرنا، رمضان کے آنے پر خوش دلی سے نیکی و خیر کے امور انجام دینا، اور پورے ادب کے ساتھ روزے رکھنا، تراویح میں دلجمعی اور خشوع کا خیال رکھنا، سستی سے باز رہنا خصوصاً آخری دس دن میں، شب قدر کی تلاش میں لگے رہنا، تدبر اور تاثر کے ساتھ مسلسل قرآن کریم ختم کرتے رہنا، نیز رمضان کا عمرہ ثواب کے اعتبار سے حج کے برابر ہے اس ماہ صدقہ کا اجر دو بالا ہو جاتا ہے اور اعتکاف کرنا مؤکد ہے۔

## روزے کے احکام و مسائل

۱: الصوم (روزہ) کے لغوی معنی رکنے کے ہیں، شریعت میں اس سے مراد: طلوع فجر سے غروب آفتاب تک روزہ توڑنے والی چیزوں سے نیت و ارادے کے ساتھ بچے رہنا۔

### روزے کا حکم:

۲: اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ ماہ رمضان کے روزے فرض ہیں، قرآن کریم میں اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝﴾

”اے ایمان والو! تم پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم تقویٰ

اختیار کرو۔“ (البقرة: ۱۸۳)

اور سنت سے اس کی دلیل آپ ﷺ کا یہ ارشاد ہے: ((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ ..... صَوْمُ رَمَضَانَ)) (بخاری، الفتح: ۱/۹۴) ”اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے اس میں سے رمضان کے روزے بھی ہیں۔“

جس نے بغیر عذر رمضان کے روزے چھوڑ دیے اس نے بڑے جرم کا ارتکاب کیا۔ نبی ﷺ نے ایک خواب کے متعلق بیان فرماتے ہوئے کہا: ”میں پہاڑوں کے درمیان تھا کہ اچانک بڑی زور کی آوازیں آنے لگیں، میں نے پوچھا یہ کیسی آواز ہے؟ تو بتایا گیا کہ یہ جہنمیوں کی چیخیں ہیں، پھر مجھے لے چلے تو میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو اٹلے لٹکائے گئے تھے، ان کے جڑے پھٹے ہوئے تھے اور ان سے خون رس رہا تھا، میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ بتلایا گیا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو وقت سے پہلے افطار کر لیا کرتے تھے۔“ (صحيح الترغيب: ۱/۲۶۰)

حافظ ذہبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ بات مسلمانوں کے نزدیک معروف ہے کہ جو بغیر عذر رمضان کا روزہ چھوڑتا ہے وہ زانی اور مسلسل شراب پینے والے سے زیادہ برا ہے، بلکہ اس کا اسلام بھی مشکوک ہے، اور اس کا یہ فعل اس کے زندیق ہونے اور دین سے خارج ہونے پر محمول کیا جائے گا۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر کوئی شخص روزہ چھوڑنے کی حرمت کا علم رکھتے ہوئے چھوڑے اور اسے جائز سمجھے تو وہ واجب القتل ہے، اور اگر وہ فاسق ہو تو بھی اسے روزہ چھوڑنے کی سزا دی جائے گی۔ (مجموع الفتاویٰ: ۲۵/۲۶۵)

### روزے کی فضیلت:

۳: روزے کی بڑی فضیلت ہے۔ اس سلسلے میں صحیح حدیث درج ذیل ہے:

اللہ تعالیٰ نے روزے کو اپنے لیے خاص کر لیا ہے، اور روزے دار کو روزے کا ثواب بغیر حساب کے عطا فرمائے گا، چنانچہ حدیث قدسی میں فرمایا: إِلَّا الصِّيَامُ فَإِنَّهُ لِي وَأَنَا أَجْزَى بِهِ . (بخاری، الفتح: ۱/۹۰۴)

سوائے روزے کے جو میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا۔“

## فہرست

		<b>جواہر پارے</b> ❁
	رمضان المبارک کے کام	
	روزے کے احکام و مسائل	<b>کلمہ طیبہ</b> ❁
		<b>اداریہ</b> ❁
2	(حافظ احمد شاکر)	
4	(حافظ محمد اشرف سعید)	<b>درس حدیث</b> ❁
6	(مولانا عبدالرحیم اظہر کرمی)	<b>ارکان اسلام</b> ❁
13	(طارق محمود)	<b>تحقیق و تنقید</b> ❁
21	(ترجمہ: پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمن فریوائی)	<b>علوم و معارف</b> ❁
26	(بشیر الرحمن حنیف)	<b>ارکان اسلام</b> ❁
28	(ڈاکٹر لائق باہری)	<b>تذکار سلف</b> ❁
31	(محمد سلیم چنیوٹی)	<b>تبصرہ کتب</b> ❁
	(ام عبدنیب)	<b>شعر و ادب</b> ❁
		<b>نعت رسول مقبول ﷺ</b>

## تقویٰ.....فلاح کا ضامن

ہمارے جیسے ناقص العلم والفہم کم و بیش پینتیس سال سے محسوس کر رہے ہیں کہ عالمی طاغوت یعنی فکر یہودیتمنائے ہنود اور عمل صلیب پاکستانی عوام اور عساکر پاکستان میں غلط فہمیاں پیدا کرنے اور دراڑ ڈالنے کی مذموم کوششوں میں مصروف ہے۔ خصوصاً نامشرف خلائی حکومت تو خود سپردگی کی اس حد تک چلی گئی تھی کہ طاغوت کو اپنی خواہشیں برآتی نظر آنے لگ گئیں اور واقعتاً وہ حکومت آٹھ سال تک امریکا کے اشارہ ابرو پر رقص ہی کرتی رہی۔ اس نے صلیبی جنگ کو دہشت گردی کا دجالی نام اس طرح دیا اور میڈیا پر اس کو یوں عام کیا اور نمک خواروں سے اس کی تائید اس طرح کر ڈالی کہ معرکہ ہلال و صلیب سے ناواقف موجودہ نسل اس کو واقعی دہشت گردی کے خلاف ہی جنگ جانتی رہی کہ یہ نسل تو صلیبی جنگ کے تصور ہی سے نا بلد تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل کے ساتھ مجموعی طور پر اب تک عساکر پاکستان کے پالیسی سازوں کی دانش مندانہ فکر و عمل سے طاغوت اب تک اس میں کامیاب نہیں ہو سکا۔ نامشرف دور حکومت کی بعض نامعقول اطاعت شعاریوں سے عساکر پاکستان کے مقام و وقار پر سوالات اٹھنے اور اشارے ضرور ہونے لگے تھے خصوصاً جامعہ حفصہ اور لال مسجد کے سانحہ کی اب تک کوئی ایسی توجیہ سامنے نہ آ سکی جس کو ایک عام مخلص پاکستانی قبول کر سکے۔ ہوا یوں کہ طاغوت نے ایسی پالیسی اختیار کی کہ ایک کے بعد دوسرا سانحہ ایسا برپا کیا جائے کہ عام ذہن پہلی بات بھول کر اس نئی بات میں الجھ جائے، ایک سے بڑھ کر ایک سانحات کا تسلسل ایسا شروع ہو گیا کہ کبھی کسی پولیس کے تربیتی سنٹر پر حملہ ہو رہا ہے اور کبھی کسی تفتیشی مرکز پر، کبھی کوئی اہم ترین ایجنسی تخریب کاری کا نشانہ بنتی تھی اور کبھی کوئی عسکری تعلیم گاہ۔ حتیٰ کہ جی۔ ایچ۔ کیو، بحریہ کے دفاتر اور بحریہ کے بیس کمپ تک محفوظ نہ رہے جس سے عساکر پاکستان کے وقار پر اعتماد تشخص پر انگلیاں اٹھنے لگیں۔ ہر حساس پاکستانی کی چھٹی حس محسوس تو کر رہی تھی لیکن معلومات ہونے کی بنا پر دلیل کوئی نہ تھی کہ یہ سب کیا دھرا ہمارے دوست نہاد دشمن کا ہی ہے تا آنکہ اخبارات نے ریمینڈ ڈیوس کی کہانی کو آشکار کر دیا جس سے ان سانحات کی بہت سی گتھیاں کھلنے لگیں کہ یہ ساری کارستانی انھیں مریوں ..... Trannor ..... ان کے کارندوں اور تنخواہ داروں کی ہے جنھیں ہم پر نامشرف دور حکومت میں مسلط کیا گیا تھا۔ موجودہ حکومت بھی چوں کہ ایک وقت تک نامشرف دور حکومت کے قائم کردہ ڈھانچے پر ہی کھڑی تھی اس لیے مذکورہ بالا سانحات کا وقوع ممکن ہوتا رہا۔ ریمینڈ ڈیوس کی گرفتاری، رہائی اور روانگی سے بعض اہم حکومتی اداروں کی قوت و اختیار پر استہنہات لگ چکے تھے۔ لیکن ایبٹ آباد کے اسامہ آپریشن کے بعد ہمارے بعض مرکزی اداروں کی فکر میں وطن عزیز کے مفاد میں مثبت تبدیلیاں مترشح بلکہ پالیسیوں کے جھرنوں سے چھن چھن کر باہر آنے لگیں تو بے لوث پاکستانیوں کے چہروں پر اطمینان کی لہریں دیکھی جانے لگیں تا آنکہ 16 جولائی 2011ء کے اخبارات میں نیشنل ڈیفنس کمیٹی کی ۲۰۵۰ تک کی پالیسی اور پروگرام کا اظہار نظر آ گیا۔ جس کے ساتھ ہی بعض قرآنی آیات کریمہ بھی لوح دماغ پر ابھر آئیں خیال ہوا کہ قارئین الاعتصام کو بھی شریک فکر و خیال کیا جانا چاہیے۔

سورہ آل عمران کی آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے کہ

”اے ایمان والو صبر کرو، ثابت قدم رہو، جہاد کی تیاری رکھو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو تا کہ تم کامیاب ہو سکو۔“

واضح رہے کہ سورہ آل عمران ہی میں جنگ بدر کا ذکر ہے جس کی عدیم الظہیر فتح نے تاریخ کا دھارا بدل دیا تھا اور جنگ احد کا بھی ذکر ہے جس میں حکم رسول ﷺ کی ایک سرتابی نے مسلمانوں کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ مذکورہ بالا آیت اسی سورہ کی آخری آیت ہے جس میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے

چار کاموں کا حکم دیا ہے جن سے مسلمانوں کی کامیابی کی نوید ہے:

(۱) صبر۔ (۲) ثابت قدمی۔ (۳) جنگی تیاری۔ (۴) تقویٰ۔

○ صبر: یہ چوں کہ ہر سپاہ کی تربیت کی بنیاد ہوتی ہے خصوصاً افواج پاکستان کی تربیت تو دنیا بھر میں محنت، مشقت اور لگن کے لحاظ سے ممتاز تسلیم کی جاتی ہے لہذا اس پہ بات تحصیل حاصل ہوگی۔

○ ثابت قدمی: یعنی اپنے ایمان کی مضبوطی، دین کی پیروی، عقیدے کی حفاظت اور رہبر (کمانڈنٹ) کی اطاعت، ان کے ساتھ وفاداری اور فی سبیل اللہ جان نچھاور کرنے کا جذبہ، یہ سب خوبیاں ہمارے علم کی حد تک بھلا اللہ افواج پاکستان میں پائی جاتی ہیں۔

○ جنگی تیاری: اس صفت سے ہر باشعور حکومت متصف ہونے میں دائماً کوشاں رہتی ہے اس میدان میں بھی بفضل اللہ تعالیٰ و عونہ عسا کر پاکستان نے غیر معمولی کامیابی حاصل کی ہے اور عسا کر پاکستان کا یہی وہ رنگ و بو ہے جو اس کی جان کا دشمن بنا ہوا ہے۔ مسلمان کو اسلام نے یہ امتیاز بخشا ہے کہ جہاد کے لیے سامانِ حرب کے ساتھ شوقِ شہادت سے اپنی جان بھی تیار رکھتا ہے کہ وہ ہر وقت دین اسلام کے لیے، مسلمانوں کی حفاظت کے لیے اور وطن عزیز کے دفاع کے لیے جامِ شہادت نوش کرنے کو تیار رہتا ہے۔ اور یہی وہ جذبہ ہے جس نے کفر کو پریشان کر رکھا اور کفر کے پاس اس کا کوئی حل نہیں اس جذبے کو ان کے شیطانی فکر نے مختلف نام دے کر بدنام کر رکھا ہے۔

○ تقویٰ: اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے مذکورہ بالا تین خوبیوں کے ساتھ فلاح و کامیابی کے لیے تقویٰ کو لازم قرار دیا ہے۔ مرحوم جنرل ضیاء الحق نے توفوج کے شعرا..... Moto..... (ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ) میں تقویٰ بھی شامل کر دیا تھا۔ تاہم مقصود یہ ہے کہ عسا کر پاکستان اس سے زیادہ سے زیادہ متصف ہوں تاہم افواج کے رئیس ہم سے کہیں زیادہ یہ خوب جانتے ہوں گے کہ فوج کے کس طبقے یا حلقے میں تقویٰ..... فرائض کا اہتمام اور شعائر کا احترام..... کس حد تک موجود اور کس حد تک مطلوب ہے۔ افواج پاکستان اگر بتوفیقہ تعالیٰ اس نعمت سے بہرہ ور ہو جائیں تو پھر فلاح و کامیابی اس لیے یقینی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ خود اس کی نوید دے رہے ہیں۔

یہ ہماری لاعلمی ہے کہ حکومت پاکستان نے کسی دور میں کالج سطح کے تعلیمی اداروں میں جو فوجی تربیت (N.C.C) لازمی قرار دی تھی وہ ابھی تک لازمی ہے یا نہیں۔ اگر وہ موجود ہے تو اس کو مزید فعال و متحرک بنائے جانے کی ضرورت ہے اور اگر نہیں تو اسی تربیت کو دوبارہ شروع کیا جائے اور جدید حربی تکنیکوں سے طلباء کو آشنا بھی کرایا جائے اور اس کی عملی تربیت کا اہتمام بھی کیا جائے۔ کیوں کہ یہ جنگی تیاری بھی سورہ انفال کی آیت نمبر ۶۰ کے مطابق عین حکم الہی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ

”اور اپنے حالات کے مطابق قوت اور جنگی گھوڑے تیار رکھو اس سے تمہارے اور اللہ کے دشمن بھی مرعوب رہیں گے اور وہ بھی مرعوب

ہو جائیں گے جن کو تم نہیں جانتے۔“

نیز نصابی کتب میں سے ان آیات کریمہ کو ہمارے حکم رانوں نے نکال کر دیکھ لیا جن آیات..... جہاد..... کو طاغوت نے نصاب سے خارج کر دینے کا تقاضا کیا تھا لیکن طاغوت اس پر بھی راضی نہ ہو سکا وہ ہوتا بھی کیوں کر؟ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب مبین میں طاغوت کی فطرت بالوضاحت بیان فرمادی تھی ”کہ تم ان کی طرف محبت کے ڈول ڈالتے ہو جب کہ وہ تمہارے پاس نازل شدہ حق کا انکار کرتے ہیں۔“ لہذا عسا کر پاکستان حکومت پاکستان کو نصاب میں وہ آیات شامل کرنے اور شہداء کی سچی داستانیں شامل کرنے پر مجبور کرے کہ اس سے بچوں کے دل و دماغ میں دین اسلام کا مقصد واضح ہوتا اور شہداء کی عظمت و دماغوں میں جاگزیں ہوتی ہے۔

# توفیق الباری

”الادب المفرد“ للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات و فوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ  
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکول شالامار باغ۔ لاہور)

باب: إفشاء السلام

سلام کا پھیلا نا

۱۰۰۸. عن البراء، عن النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:  
((أَفْشُوا السَّلَامَ تَسْلَمُوا.)) (حسن)

”حضرت براء رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ  
نے ارشاد فرمایا سلام پھیلاؤ کہ تم خود سلامت رہو گے۔“

۱۰۰۹. عن أبي هريرة، عن النَّبِيِّ ﷺ قَالَ:  
((لَا تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ حَتَّى تُؤْمِنُوا، وَلَا تُؤْمِنُوا  
حَتَّى تَحَابُّوا أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا تَحَابُّونَ بِهِ؟))  
قالوا: بلى، يَا رَسُولَ اللَّهِ، قَالَ: ((أَفْشُوا  
السَّلَامَ بَيْنَكُمْ.)) (صحیح مسلم)

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ  
نے ارشاد فرمایا کہ تم جنت میں داخل نہ ہو گے یہاں تک  
ایمان لاؤ اور ایمان نہ لاؤ گے یہاں تک کہ تم آپس میں  
محبت نہ کرو گے۔ کیا میں تم کو نہ بتاؤں اس چیز کے متعلق  
جس سے ایک دوسرے سے محبت کرنے لگ جاؤ گے؟ صحابہ  
نے عرض کیا ضرور بتائیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے ارشاد  
نے فرمایا: آپس میں سلام پھیلاؤ، کثرت سے ایک دوسرے  
کو سلام کیا کرو۔“

۱۰۱۰. عن عبد الله بن عمرو قال: قال  
رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: ((اعْبُدُوا الرَّحْمَنَ، وَأَطْعِمُوا  
الطَّعَامَ، وَأَفْشُوا السَّلَامَ، تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ.))

”حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے کہ  
رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا رَحْمَن کی عبادت کرو، کھانا  
کھاؤ، سلام کو پھیلاؤ یعنی کثرت سے سلام کیا کرو، جنت  
میں داخل ہو جاؤ گے۔“ (صحیح)

باب: من بدأ بالسلام

پہلے سلام کون کرے

۱۰۱۱. عن بشير بن يسار قال: ما كان أحدٌ  
يبدأ - أو يبدؤ - ابنَ عمرَ بالسَّلامِ.

(صحیح الإسناد)

”بشیر بن یسار بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر  
ہمیشہ سلام کرنے میں پہلا کیا کرتے تھے۔ کوئی شخص سلام  
کرنے میں ان سے پہل نہیں کر سکتا تھا۔“

۱۰۱۲. عن أبي الزبير، أنه سمع جابرًا  
يقول: يُسَلِّمُ الرَّكَّابُ عَلَى الْمَاشِي، وَالْمَاشِي  
عَلَى الْقَاعِدِ، وَالْمَاشِيَانِ أَيُّهُمَا يَبْدَأُ بِالسَّلَامِ  
فَهُوَ أَفْضَلُ. (صحیح الإسناد)

”حضرت ابو زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جابر کو  
فرماتے ہوئے سنا سوار پیدل چلنے کو سلام کرے اور پیدل  
چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے اور پیدل چلنے والوں میں  
سے جو بھی سلام میں پہل کرے وہی افضل ہے۔“

۱۰۱۳. عن ابنِ عمرَ أخبرَهُ، أَنَّ الْأَعْرَبَ - وَهُوَ  
رَجُلٌ مِنْ مُزَيْنَةَ وَكَانَتْ لَهُ صُحْبَةٌ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ

### باب: فضل السلام

#### سلام کی فضیلت کا بیان

۱۰۱۵. عن أبي هريرة، أنَّ رجلاً مرَّ على رسول الله ﷺ وهو في مجلسٍ فقال: السَّلامُ عليكم، فقال: ((عَشْرُ حَسَنَاتٍ)) فمرَّ رجلٌ آخرُ فقال: السَّلامُ عليكم ورحمةُ الله فقال: ((عَشْرُونَ حَسَنَةً))، فمرَّ رجلٌ آخرُ فقال: السَّلامُ عليكم ورحمةُ الله وبركاته فقال: ((ثَلَاثُونَ حَسَنَةً)) فقام رجلٌ من المجلس ولم يُسلم، فقال رسولُ الله ﷺ: ((مَا أَوْشَكَ مَا نَسِيَ صَاحِبُكُمْ، إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ الْمَجْلِسَ فَلْيُسلم، فَإِنْ بَدَأَ أَنْ يَجْلِسَ فَلْيُجْلِسْ، وَإِذَا قَامَ فَلْيُسلم، مَا الْأُولَى بِأَحَقَّ مِنَ الْآخِرَةِ.))

(صحیح)

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی کا رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ اس وقت ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ اس آدمی نے کہا السلام علیکم۔ آپ نے فرمایا اس کے لیے دس نیکیاں ہیں۔ پھر دوسرا آدمی گزرا، اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا بیس نیکیاں ہیں۔ پھر ایک اور آدمی کا گزر ہوا، اس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس کے لیے تیس نیکیاں ہیں۔ مجلس میں سے ایک آدمی یہ سن کر چل دیا۔ اس نے سلام نہ کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ شخص سلام کہنا بھول گیا ہے۔ تم میں سے جب بھی کوئی کسی مجلس میں آئے تو سلام کہے۔ پھر چاہے تو بیٹھ جائے اور جب مجلس سے جانے لگے تو بھی سلام کہے۔ پھر چاہے تو بیٹھ جائے اور جب مجلس سے جانے لگے تو بھی سلام کہے۔ کیوں کہ پہلا سلام دوسرے سلام سے زیادہ اہمیت والا نہیں ہے۔“

- كانت له أوسقٌ من تمرٍ على رجلٍ من بني عمرو بن عوفٍ اختلف إليه مَرَّاراً، قال: فجئتُ إلى النبي ﷺ، فأرسلَ معيَ أبا بكرٍ الصَّديقَ قال: فَكُلْ مِنْ لَقِينَا سَلَّمُوا عَلَيْنَا، فقال أبو بكرٍ: ألا ترى النَّاسَ يَبْدَأُونَكَ السَّلامَ فيكونُ لَهُمُ الْأَجْرُ؟ ابْدَأْهُمْ بِالسَّلامِ يَكُنْ لَكَ الْأَجْرُ. يُحَدِّثُ هَذَا ابْنُ عَمْرٍو عَنْ نَفْسِهِ. (حسن)

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے ایک صحابی اغمرزنی رضی اللہ عنہ کی چند وسق کھجوریں بنی عمرو بن عوف کے ایک آدمی پر باقی تھیں۔ وہ کئی دفعہ ان کے پاس گئے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر (اس کے رویے کے متعلق) عرض کیا۔ نبی ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو میرے ساتھ بھیج دیا۔ میں ان کے ساتھ چلا تو راستے میں جو کوئی ملتا وہ سلام کرتا۔ حضرت ابوبکر نے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں لوگ تم کو پہلے سلام کرتے ہیں اور ثواب لے جاتے ہیں۔ تم پہلے سلام کرو تو ثواب تمہیں ملے گا۔ اس روایت میں عبداللہ بن عمر نے اپنا واقعہ بیان کیا ہے۔“

۱۰۱۶. عن أبي أيوب، أنَّ رسولَ الله ﷺ قال: ((لَا يَحِلُّ لِمَرْءٍ مُسْلِمٍ أَنْ يَهْجُرَ أَخَاهُ فَوْقَ ثَلَاثٍ، فَيَلْتَقِيَانِ فَيُعْرِضُ هَذَا وَيُعْرِضُ هَذَا، وَخَيْرُهُمَا الَّذِي يَبْدَأُ بِالسَّلامِ.))

”حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کسی مسلمان مرد کے لیے یہ جائز نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ مدت تک چھوڑ دے۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے آئیں، ایک ادھر کھڑا جائے اور دوسرا دوسری طرف۔ ان دونوں میں سے بہتر وہ ہے جو سلام کرنے میں پہل کرے۔“ (صحیح البخاری)

## ماہ رمضان اور اس کے مسائل واحکام

مولانا عبدالرحیم اظہر کربکی، ڈیرہ غازی خاں

لیے دستور حیات اور نور ہدایت ہے۔  
اس مہینے میں نبی ﷺ بے حد سخاوت کرتے اور جبرائیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن کریم کا دور فرماتے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:  
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أجودَ الناسَ وكان أجودَ ما يكونُ في رمضانَ حينَ يلقاهُ جبرئيلُ وكان يلقاهُ في كُلِّ ليلةٍ منَ رمضانَ فيُدارِسُهُ القرآنَ فلَرَسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أجودَ بالخيرِ مِنَ الرِّيحِ المرسَلَةِ . (رواہ البخاری)  
یعنی ”نبی ﷺ سب سے زیادہ بخشنے والے تھے اور ماہ رمضان میں تو آپ کی سخاوت کا سلسلہ مزید بڑھ جاتا تھا، جب کہ آپ ﷺ سے جبریل علیہ السلام ہر رات ملتے اور قرآن کا دور کرتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ خیر کی انجام دہی میں تیز ہوا سے بھی زیادہ تیز تھے۔“

نبی ﷺ کی سخاوت کس انداز سے ہوتی۔ آپ مال خرچ کرنے میں بارش سے پہلے آنے والی ہوا سے بھی زیادہ فیاض تھے۔ مقصد یہ کہ آپ کی سخاوت بے مثال ہوتی، غرباء و مساکین کا بہت خیال فرماتے۔ تمام انسانیت کے لیے انتہائی ہم درد تھے، اور اس روایت سے ظاہر ہے کہ نبی ﷺ ماہ رمضان المبارک میں قرآن مجید کا دور فرماتے تھے۔

ہمیں بھی چاہیے کہ اُسوۂ رسول ﷺ پر عمل کرتے ہوئے اس ماہ کی قدر و عظمت کو سمجھنے کی کوشش کریں اور اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے اُس کی راہ میں خرچ کریں اور تلاوت قرآن اور اس کے

ماہ رمضان المبارک اسلامی سال کے بارہ مہینوں میں سے نواں مہینا ہے جو رحمت، سخاوت اور ہمدردی کا مہینا ہے۔ اسی مہینے میں سابقہ آسمانی کتابیں اور قرآن مجید نازل ہوا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَ بَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدَى وَالْفُرْقَانِ ۚ﴾ (البقرة: ۱۸۵)

یعنی ”رمضان المبارک وہ مہینا ہے جس میں قرآن مجید کا نزول ہوا جو تمام انسانیت کے لیے رشد و ہدایت کی واضح نشانیوں اور حق باطل کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔“  
اسی طرح سابقہ کتب یعنی انجیل، تورات اور صحف ابراہیم بھی اسی ماہ نازل ہوئیں۔ علامہ ابوالخیر عبداللہ بن عمر الشیراز بیضاوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم أنزلتُ صُحفُ ابراهيمِ أوّلَ ليلةٍ منَ رمضانَ وأنزلتُ التوراةَ لِسِتٍّ مَضِيَّينَ وَالْإِنْجِيلَ لثَلَاثِ عَشْرَةَ وَالْقُرْآنُ لَأَرْبَعٍ وَعِشْرِينَ . (ص: ۱۳۳۔ مطبوعہ ایجوکیشنل پریس کراچی و تفسیر کشاف، ج: ۱، ص: ۸۸، مطبوعہ مصر)

مطلب یہ کہ ماہ رمضان المبارک کی اوّل رات کو ابراہیم خلیل اللہ کو صحیفے ملے، چھ رمضان المبارک کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات ملی، تیرہ رمضان المبارک کو عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل ملی اور چوبیس رمضان المبارک کو حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قرآن مجید ملا، جو قیامت تک پیدا ہونے والی انسانیت کے



فہم کی طرف توجہ دینے کی کوشش کریں۔ حفاظ کرام صلاۃ التراویح میں قرآن مجید سنا کر اپنی منزل کو مضبوط اور صحیح رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

ماہ رمضان کی فضیلت میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا دخل رمضان فُتِحَتْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ وَفِي رَوَايَةٍ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَغُلِقَتْ أَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَسُلِّسَتْ الشَّيَاطِينُ وَفِي رَوَايَةٍ فُتِحَتْ أَبْوَابُ الرَّحْمَةِ . (بخاری، ج: ۱، ص: ۲۵۵)

یعنی ”نبی ﷺ نے فرمایا: جب رمضان المبارک آتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازے بند کر دیے جاتے ہیں اور شیطانوں کو زنجیر سے جکڑ دیا جاتا ہے۔“

مطلب یہ ہے کہ اس ماہ میں خالق کائنات کی بے شمار رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔ یہ لوگوں کی دعاؤں کی قبولیت کا مہینا ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ماہ رمضان المبارک میں جب شیطان قید کر دیے گئے تو جو گناہ اس ماہ میں سرزد ہوتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ سرکش اور متمرد قسم کے شیطان جکڑ دیے جاتے ہیں، لیکن اُن کے چیلے چانٹے تھوڑے بہت کھلے رہتے ہیں، جن سے تھوڑے بہت گناہوں کا ارتکاب جاری رہتا ہے اور یہ حقیقت ہے کہ ماہ رمضان المبارک سے پہلے مہینوں میں جتنے گناہوں کا ارتکاب کیا جاتا ہے۔ اس کی نسبت ماہ رمضان میں بہت کمی واقع ہو جاتی ہے، اور مساجد میں نمازیوں کا اضافہ ہو جاتا ہے۔

دین اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ماہ رمضان کے روزے اسلام کا ایک اہم رکن ہے۔ صوم عربی زبان کا لفظ ہے۔ اردو میں روزے کا لفظ ہے۔ ماہ رمضان کے روزے ہر عاقل و بالغ، صحت مند اہل ایمان مرد و زن پر فرض ہے۔ قرآن مجید میں خالق کائنات

اپنے ماننے والوں سے فرماتا ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (البقرة: ۱۸۳)

”اے ایمان والو! تم پر روزے اس طرح فرض کیے گئے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم متقی بن جاؤ۔“

روزہ اسلام کے بنیادی ارکان میں سے اہم رکن ہے۔ اس کے بارے میں حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ شَهَادَةُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ وإِقَامُ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءُ الزَّكَاةِ وَالْحَجُّ وَصَوْمُ رَمَضَانَ . (رواه البخاری)

یعنی ”نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر اُٹھائی گئی ہے۔ (۱) گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ محمد مصطفیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ (۲) نماز سنت کے مطابق ادا کرنا۔ (۳) زکوٰۃ دینا۔ (۴) حج کرنا۔ (۵) ماہ رمضان کے روزے رکھنا۔“

روزے کا حکم آدم سے لے کر تمام انبیاء کی شریعت میں جاری رہا ہے، صرف تعین ایام میں اختلاف رہا ہے اور یہ دین اسلام کا ایک اہم رکن ہے اور اہم رکن ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے نفس سرکشی کی اصلاح ہو اور شریعت کے جوا حکام بھاری معلوم ہوتے ہیں ان کی ادائیگی سہل ہو جائے۔ روزے میں صرف کھانے پینے کی اشیا کو ترک کرنے کی مشق نہیں کرائی گئی بلکہ لڑائی جھگڑے اور بری باتوں سے بچنے کی بھی تاکید کی گئی ہے۔

روزے کا مقصد:

روزہ رکھنے کا اصل مقصد آیت مذکورہ کے آخری الفاظ سے واضح ہے کہ روزہ رکھنے والا گناہوں سے بچنے والا بن جائے۔ تمام شریعت کی بنیاد تقویٰ پر ہے یہ تقویٰ اُس وقت حاصل ہوگا جب

انسان اپنے جذبات و خواہشات پر قابو پالے گا۔ اگر کوئی روزے دار خود کو برائی، لڑائی اور جھوٹ وغیرہ سے دور نہ رکھے تو ایسے روزے کی اللہ تعالیٰ کو کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّورِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلَّهِ حَاجَةٌ فِي أَنْ يَدَعَ طَعَامَهُ وَشَرَابَهُ. (بخاری کتاب الصوم)

یعنی ”نبی ﷺ کا ارشاد ہے جو آدمی جھوٹ بولنا اور دغا بازی کرنا نہ چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کو ضرورت نہیں ہے کہ وہ اپنا کھانا پینا چھوڑے۔“

روزے کی غایت تو یہ ہے کہ آدمی گناہوں سے بچے اور دل صاف کرے اور اپنے اللہ کی عبادت میں خود کو مصروف رکھے۔ اگر کوئی شخص کسی روزے دار کو گالی گلوچ یا اس سے لڑائی کرتا ہے۔ تو نبی ﷺ نے ہدایت فرما دی ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اللہ: كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ لَهُ إِلَّا الصَّيَامَ فَإِنَّهُ لِي، وَأَنَا أَجْزَى بِهِ، وَالصَّيَامُ جُنَّةٌ، وَإِذَا كَانَ يَوْمَ صَوْمٍ أَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ، فَإِنْ سَابَهُ أَحَدٌ أَوْ قَاتَلَهُ فَلْيَقُلْ: إِنِّي أَمْرٌ صَائِمٌ، وَالَّذِي نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهِ لَخُلُوفٌ فِيمَ الصَّائِمِ أَطْيَبُ عِنْدَ اللَّهِ مِنْ رِيحِ الْمُسْكِ، لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا: إِذَا أَفْطَرَ فَرِحَ وَإِذَا لَقِيَ رَبَّهُ فَرِحَ بِصَوْمِهِ. (رواہ

البخاری، کتاب الصوم، باب هل يقول اني صائم اذا شتم) یعنی ”آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سنایا کہ آدمی کا ہر عمل اُسی کے لیے ہے، لیکن روزہ میرے لیے ہے۔ اور میں ہی (اللہ تعالیٰ) اس کا بدلہ دوں گا، اور روزہ ڈھال ہے اور جب تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو فحش (گالی گلوچ وغیرہ)

باتیں نہ کرے اور نہ غل مچائے۔ اگر کوئی اسے گالی دے یا اُس سے لڑے تو کہہ دے کہ میں روزے دار ہوں۔ قسم اُس ذات کی جس کے قبضے میں محمد ﷺ کی جان ہے۔ روزے دار کے منہ کی بوالہ تعالیٰ کو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ پسند ہے۔ روزے دار کے لیے دو خوشیاں ہیں۔ ایک روزہ کھولتے وقت وہ خوش ہوتا ہے۔ دوسری جب وہ اپنے خالق سے ملے گا، تو روزے کا ثواب دیکھ کر خوش ہوگا۔ بہر حال روزے دار کو ہر برائی و لڑائی وغیرہ سے دور رہنا چاہیے اور اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ روزہ ایک مخفی عمل ہے جس کا ثواب اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو خود دے گا۔“

دین اسلام میں ماہ رمضان کے روزوں کو بہت اہمیت حاصل ہے اس کی اہمیت نبی ﷺ کے فرمان سے واضح ہوتی ہے، آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ

مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِنْ رَمَضَانَ فِي غَيْرِ رُخْصَةٍ رَخَّصَهَا اللَّهُ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صِيَامَ الدَّهْرِ كُلِّهِ وَإِنْ صَامَهُ. (ترمذی۔ ابوداؤد، کتاب الصوم)

یعنی ”جس نے رمضان المبارک کے کسی دن کا روزہ بلا شرعی عذر کے چھوڑ دیا تو اس کی قضا نہیں ہوتی۔ اگرچہ وہ ساری زندگی روزے رکھتا رہے۔“

معلوم ہوا کہ روزہ بغیر کسی معقول عذر کے ترک نہیں کرنا چاہیے، کیوں کہ روزہ نفس کی اصلاح کرتا ہے اور شیطان کے پروگراموں سے نجات دلاتا ہے۔ نیز روزہ ہر قسم کے مصائب و تکالیف برداشت کرنے کا عادی بنا کر مرد مجاہد بناتا ہے۔

روزے کی فضیلت:

ماہ رمضان کے روزوں کی بڑی فضیلت ہے۔ چنانچہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ.

### استقبالی روزہ:

بعض لوگ ماہ رمضان کی آمد سے ایک دو روز قبل روزہ رکھتے ہیں۔ اسے استقبالی روزہ کہا جاتا ہے۔ حالاں کہ اس کا کہیں ثبوت نہیں ہے بلکہ اس کے متعلق صحابی بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

لَا يَتَقَدَّمُ مَنْ أَحَدُكُمْ رَمَضَانَ بِصَوْمِ يَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ، أَنْ يَكُونُ رَجُلٌ كَانَ يَصُومُ صَوْمًا فَلْيَصُمْ ذَلِكَ الْيَوْمَ. (رواہ البخاری، کتاب

الصوم، باب لا يتقدم رمضان بصوم يوم ولا يومين) یعنی ”کوئی تم میں سے ماہ رمضان سے ایک یا دو دن پہلے روزہ نہ رکھے مگر جو آدمی شروع ہی سے روزہ رکھتا چلا آ رہا ہے تو اُس دن روزہ آجائے تو رکھ لے۔“ معلوم ہوا کہ ماہ رمضان کے استقبال کے لیے روزہ رکھنا خلاف تعلیم رسول ﷺ ہے۔ چاند دیکھنے کی دعا:

جب چاند کی ۲۹ تاریخ ہو جائے تو اس کی شام کو آنے والے مہینے کا چاند دیکھنا چاہیے تاکہ قمری تاریخیں بھی اچھی طرح یاد رہ سکیں۔ آج اکثر لوگ رویت ہلال کمیٹی پر اعتماد کرتے ہیں۔ چاند دیکھنا صرف رویت ہلال کمیٹی کا کام نہیں تمام اہل اسلام کی ذمہ داری ہے۔ جس علاقے، ضلع وغیرہ میں چاند نظر آجائے تو اس کی اطلاع فوراً ضلعی رویت ہلال کمیٹی تک پہنچا دینی ضروری ہوتی ہے تاکہ وہ آگے مرکز تک اطلاع کر سکیں۔

دوسرا یہ کہ اگر چاند نظر آ جاتا ہے تو دعا نہیں آتی جس کو دیکھنے والا پڑھ سکے۔ کتب حدیث میں آتا ہے کہ چاند دیکھتے وقت یہ دعا پڑھنی چاہیے:

اللهم اھله علينا بالامن والايمان والسلامة والاسلام ربی وربک اللہ .

یعنی ”اے اللہ! یہ چاند نکال ہم پر ساتھ امن وایمان اور

یعنی ”جس نے ایمان دار ہو کر طلب رضائے الہی کے لیے رمضان کے روزے رکھے تو اُس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔“

اور یہ اُس وقت ہوگا جب بندہ صحیح العقیدہ اور بعید از شرک ہوگا اور کسی قسم کی ریا کاری نہ کرے گا۔ اگر شرک میں مبتلا ہوگا تو ایسے انسان کے متعلق اللہ کا فرمان ہے:

﴿لَئِنْ أَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝﴾ (الزمر: ۶۵)

یعنی ”اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے سارے اعمال برباد ہو جائیں گے۔“

معلوم ہوا کہ روزہ اور ہر نیک عمل کی قبولیت شرک و بدعت سے اجتناب اور توحید و سنت پر قائم رہنے میں مضمر ہے۔

### ابتدائے صوم رمضان:

ماہ رمضان کے روزوں کی ابتدا اُس وقت ہوگی جب ماہ رمضان کا چاند نظر آئے گا۔ حدیث میں ہے کہ

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صُومُوا لِرُؤْيَيْتِهِ وَأَفْطَرُوا لِرُؤْيَيْتِهِ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِينَ .

(رواہ البخاری)

یعنی ”نبی ﷺ کا ارشاد ہے روزہ چاند دیکھ کر رکھو اور چاند دیکھ کر افطار کرو۔ اگر بادل وغیرہ ہوں تو ماہ شعبان کے تیس دن پورے کرو۔“

نسائی اور احمد کی روایت میں ہے کہ  
فَإِنْ شَهِدَ شَاهِدَانِ مُسْلِمَانِ فَصُومُوا وَأَفْطَرُوا .  
یعنی ”اگر دو مسلمان گواہی دیں کہ ہم نے چاند دیکھا ہے تو اُن کی گواہی پر روزہ رکھو اور افطار کرو (خواہ وہ رمضان کا چاند ہو یا عید کا۔)“

سلامتی اور اسلام کے۔ (اے چاند) میرا اور تیرا رب  
اللہ ہے۔“

روزے کے احکام:

اگرچہ روزہ کے حکام و مسائل بہت ہیں لیکن یہاں اختصار کے  
ساتھ بیان کیے جاتے ہیں۔

۱: روزے کا آغاز صبح صادق سے ہوتا ہے اور غروب آفتاب پر روزہ

مکمل ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ

﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ

الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ (البقرة: ۱۸۷)

یعنی ”کھاؤ اور پیو حتیٰ کہ واضح ہو جائے سفید دھاگا سیاہ

دھاگے سے۔ یہاں سفید دھاگے سے مراد صبح صادق ہے۔“

۲: حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک فرماتے ہیں:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسحروا فان

فی السحور بركة. (رواہ البخاری، کتاب الصوم)

”آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ سحری کھایا کرو کیوں کہ اس میں

برکت ہے۔“

ایک روایت میں ہے کہ اگرچہ ایک گھونٹ پانی ہی پی لیا جائے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جو لوگ سحری نہیں کھاتے وہ برکت سے محروم

رہتے ہیں۔

۳: اگر کوئی بحالت روزہ بھول کر کھا پی لیتا ہے تو اس کے متعلق

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

إِذَا نَسِيَ فَأَكَلَ وَشَرِبَ فَلَيْتَمَّ صَوْمَهُ فَإِنَّمَا

أَطْعَمَهُ اللَّهُ وَسَقَاهُ. (رواہ البخاری و مسلم)

یعنی ”جب کوئی روزے دار بھول کر کچھ کھا پی لے تو اپنا روزہ

پورا کرے، بے شک اللہ تعالیٰ نے اس کو کھلایا پلایا ہے۔“

اندازہ کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر کتنا مہربان ہے۔

۴: سرمہ لگانا، تیل لگانا، غسل کرنا، مسواک کرنا، سالن پکاتے وقت

نمک وغیرہ چکھنا، یہ تمام کام بحالت روزہ جائز ہیں۔ ان سے

روزے میں نقص نہیں پیدا ہوتا۔

۵: قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيضًا أَوْ عَلَى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِنْ أَيَّامٍ

أُخِّرَ﴾ (البقرة: ۱۸۴)

یعنی ”تم میں سے کوئی آدمی مریض ہو یا سفر پر ہو، وہ

دوسرے دنوں میں گنتی پوری کر لے۔“

بحالت سفر روزہ رکھ لینا بھی جائز ہے اور چھوڑنا بھی۔ روزہ رکھنے

یا نہ رکھنے کے بارے میں اپنی جسمانی قوت و سفر کی مشقت کو دیکھنا

چاہیے۔ اگر رکھنا مناسب ہے تو رکھ لے۔ اگر نہ رکھنا مناسب ہو تو نہ

رکھے۔

۶: دودھ پلانے والی اور حاملہ عورت کو دین اسلام نے روزہ مؤخر

کرنے کی رخصت دی ہے۔

۷: جب عورت ایام مخصوص میں ہو تو اس کے لیے نبی ﷺ کا ارشاد

ہے کہ وہ روزہ قضا کرے۔

۸: بحالت روزہ ٹیکا لگوانے کے بارے میں علمائے کرام کا اختلاف

ہے۔ بعض کے نزدیک ٹیکا لگوانا درست نہیں ہے۔ چنانچہ

مولانا محمد رفیق اثری رحمہ اللہ نے منہاج المسلم کے ترجمے (اسلامی

طرز زندگی) کے حاشیہ نمبر ۱ پر لکھا ہے کہ ٹیکا گوشت میں ہو یا

رگ میں اس کی تاثیر جلد ہو یا بدیر، جسم میں کسی انداز میں تغذیہ کا

ہی کام کرتا ہے۔ اس لیے محقق بات یہی ہے کہ روزہ دار ٹیکا نہ

لگوائے۔ (منہاج المسلم مترجم، ص: ۴۵۵، طبع دار السلام)

مولانا حافظ صلاح الدین یوسف رحمہ اللہ نے اپنے مضمون میں لکھا

ہے (جن چیزوں سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے وہ یہ ہیں: (۱) کھانے پینے

سے۔ (۲) مجامعت سے۔ (۳) عورت کو خون حیض یا نفاس آنے

سے۔ (۴) ٹیکا لگوانے سے۔ (ہفت روزہ الاعتصام لاہور، مؤرخہ ۴

اگست ۱۹۷۸ء، ص: ۱۰۹، شمارہ نمبر: ۱، جلد نمبر: ۳۰)

مولانا عبدالکریم ڈیروی سابق شیخ الحدیث دارالحدیث محمدیہ ملتان

بھی بحالت روزہ ٹیکا لگوانے کے قائل نہیں تھے اور احتیاط کا تقاضا بھی

یہی معلوم ہوتا ہے کہ ٹیکا لگوانے سے پرہیز کیا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب  
مسئلہ نیت:

نیت ضروری ہے، ارشاد نبوی ﷺ ہے:  
إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ .

یعنی ”اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔“

نیت قصد و ارادہ کا نام ہے۔ مروّجہ نیت کے الفاظ زبان سے ادا کرنا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔ اس سلسلے میں مولانا ابومحمد احمد حنفی نے اپنی تصنیف نماز حنفی حصہ دوم، ص: ۴۰، ۴۱ میں بحوالہ درمختار لکھا ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام اور تابعین کرام رحمہم اللہ سے تلفظ مطلقاً منقول نہیں بلکہ بعض نے اس کو بدعت کہا ہے اور شرح وقایہ کے حاشیہ عمدۃ الرعاہ (ج: ۱، ص: ۱۵۹) میں ہے:

الْاِكْتِفَاءُ بِنِيَّةِ الْقَلْبِ وَهُوَ مَجْزِيٌّ اِتِّفَاقًا وَهُوَ الطَّرِيقَةُ الْمَشْرُوعَةُ الْمَأْثُورَةُ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاصْحَابِهِ فَلَمْ يَنْقُلْ عَنْ أَحَدٍ مِنْهُمْ التَّكْلِمَ بِنَوِيَّةٍ أَوْ اَنْوَى .....

یعنی ”دل میں نیت کرنا کافی ہے اور اس کے کافی ہونے پر اتفاق ہے اور یہی طریقہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رحمہم اللہ سے مشروع اور مأثور ہے۔ صحابہ کرام رحمہم اللہ میں سے کسی سے بھی زبان سے تکلم کرنا نقل نہیں کیا گیا۔ بہر حال نیت کے لیے زبان سے الفاظ و بصوم غد نویت من شہر رمضان کسی حدیث سے ثابت نہیں ہیں۔ ان الفاظ کے کہنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ نیت دل کے ارادے کا نام ہے۔“

افطاری میں جلدی کرنا:

نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

لَا يَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَلُوا الْفِطْرَ .

یعنی ”جب تک لوگ افطاری میں جلدی کریں گے، وہ ہمیشہ

بھلائی میں رہیں گے۔“ (متفق علیہ)

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب تک لوگ افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے دین ہمیشہ غالب رہے گا۔ کیوں کہ یہود و نصاریٰ افطاری میں تاخیر کرتے ہیں (صحاح ستہ)۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہے:

وَأَفْطَرَ أَبُو سَعِيدٍ الْخَدْرِيُّ حِينَ غَابَ قُرْصُ

الْشَّمْسِ . (بخاری، ج: ۱، ص: ۲۶۲)

یعنی ”ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ جب سورج کی نکیہ غائب ہو جاتی تو روزہ افطار فرما لیتے۔“

مزید یہ کہ اہل تشیع کی معتبر کتاب الاستبصار میں ہے:

عن عمرو بن ابی نصر قال سمعتُ ابا عبد الله عليه السلام يقول في المغرب اذا توارى القُـرْصُ كان وقتُ الصَّلَاةِ والافطار .

(الاستبصار، ج: ۱، ص: ۲۶۲ از ابو جعفر محمد بن

الحسن الطوسی، مطبوعہ تہران، الطبعة السانیه)

یہ کتاب علامہ پیر محبت اللہ شاہ راشدی رحمہ اللہ کی لائبریری میں موجود ہے۔

مطلب یہ کہ امام جعفر صادق رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ جب سورج کی نکیہ غائب ہو جائے تو وہ نماز مغرب اور روزہ افطار کرنے کا وقت ہے۔ یہ اُن لوگوں کے لیے قابل توجہ ہے جو افطار میں تاخیر کرتے ہیں۔

روزہ افطار کرنے کی دعا:

عن معاذ بن زُهْرَةَ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْتُ وَعَلَى رِزْقِكَ أَفْطَرْتُ . (رواہ ابو داؤد)

یعنی ”نبی کریم ﷺ جب روزہ افطار کرتے یہ دعا پڑھتے جس کا مطلب ہے: اے اللہ! تیرے ہی لیے میں نے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق پر میں نے روزہ افطار کیا۔“

دوسری روایت میں ہے:

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَفْطَرَ قَالَ  
ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ إِنْ  
شَاءَ اللَّهُ. (ابوداؤد)

”آپ ﷺ روزہ افطار کرنے کے بعد ذہب الظماء  
..... دعا پڑھتے یعنی نبی ﷺ جب روزہ افطار فرماتے تو یہ  
دعا پڑھتے: پیاس چلی گئی، آنتیں تر ہو گئیں اور ان شاء اللہ  
ثواب مل گیا۔“

غرض جو دعا جس کو آسان لگے بعد روزہ افطار پڑھی جائے۔

ماہ رمضان المبارک میں قیام کرنے کا بہت ثواب ہے۔ چنانچہ  
ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے:

مَنْ قَامَ رَمَضَانَ إِيمَانًا وَاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ  
مِنْ ذَنْبِهِ. (صحاح ستہ)

یعنی ”جس نے خلوص نیت اور صحیح العقیدہ ہو کر ماہ رمضان کا  
قیام کیا، اللہ تعالیٰ اُس کے سابقہ گناہ معاف فرما دے گا۔“

قیام رمضان المبارک کو قیام اللیل اور صلوة التراويح بھی کہا جاتا ہے،  
جس کی تعداد صحیح حدیث کے مطابق آٹھ رکعات ہے اور تین وتر ہیں۔  
اعتکاف:

اعتکاف کے معنی ہیں کسی چیز کو لازم کرنا اور اپنے آپ کو اُس پر  
روکے رکھنا۔ شرعاً اس کے معنی ہیں کسی خاص شخص کا مخصوص شرائط کے  
ساتھ مسجد میں قیام کرنا۔ اعتکاف کرنا سنت ہے۔ ام المومنین عائشہ  
صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ رمضان المبارک کے آخری  
عشرے میں اعتکاف کرتے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو  
اٹھالیا۔ (بخاری، باب الاعتکاف فی العشر الاواخر)

ماہ رمضان کے آخری عشرے کی بڑی اہمیت ہے۔ ام المومنین  
عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْآخِرِ  
مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ. (رواہ مسلم، باب الاجتهاد)

فی العشر الاواخر من رمضان)

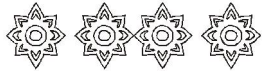
یعنی ”اس عشرے میں نبی ﷺ عبادت میں جتنی کوشش  
کرتے اتنی دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔“

اور اسی آخری عشرے کی طاق راتوں لیلۃ القدر کا حصول ممکن  
ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی کریم ﷺ آخری دس راتوں میں زیادہ  
عبادت فرماتے۔ اگر لیلۃ القدر کو کوئی پالے تو اُسے چاہیے کہ وہ یہ  
دعا پڑھے:

اللَّهُمَّ إِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّي.

(صحاح ستہ)

یعنی ”اے اللہ بے شک تو ہی معاف کرنے والا ہے اور  
معافی کو پسند فرماتا ہے، تو مجھے بھی معاف فرما دے۔“  
آخری عشرہ خصوصاً طاق راتوں میں زیادہ سے زیادہ ذکر واذکار،  
تلاوت قرآن اور قیام اللیل وغیرہ کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے  
تاکہ عامل کے لیے نجات اور بخشش کا سبب بن سکے۔



### رشتوں کا بندھن اخلاص کے ساتھ

AccA اہل حدیث 30 سالہ لڑکا۔ 25 سالہ شیخ ایم  
فل کاروباری لڑکا فیصل آباد۔ MBA واٹ کالر جاب  
30 سالہ راجپوت Msc, Bed کیمسٹری خوبصورت  
بٹ پنکی۔ P.hd کی طالبہ 28 سالہ راجپوت پنکی۔ 26  
سالہ خوبصورت باشرع ڈاکٹر۔ 26 سالہ 24 M.com  
سالہ ملک B.com پہلی، دوسری، خلع یافتہ، طلاق والے  
خواتین و حضرات کے لیے رشتے۔

ملک فخر

0300-4466705 / 0321-7290929



## بیس تراویح اور احناف کے دلائل پر ایک نظر

طارق محمود (ادارہ علوم اثریہ، فیصل آباد)

بعشرین رکعة والوتر .  
یعنی ”آپ ﷺ رمضان میں بغیر جماعت کے بیس رکعات  
اور وتر پڑھتے تھے۔“  
خطیب نے موضع اُوہام الجمع (۳۸۲/۱) میں اس حدیث کے  
حسب ذیل الفاظ سے ذکر کیا ہے۔  
كان يصلي في رمضان إحدى وعشرين ركعة  
والوتر .  
”کہ آپ ﷺ رمضان المبارک میں اکیس (۲۱) رکعات  
اور وتر پڑھتے۔“

اس روایت کا درجہ:

اس حدیث کا مدار ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کوئی پر ہے اور وہ اس  
کو روایت کرنے میں منفرد ہے جیسا کہ امام طبرانی نے الأوسط اور  
بیہقی نے السنن الکبریٰ میں فرمایا ہے، اور ابوشیبہ تمام محدثین کے  
نزدیک ضعیف، متروک اور غیر معتبر راوی ہے۔ لہذا یہ حدیث سخت  
ضعیف ہے۔

ابوشیبہ محدثین کی نظر میں:

امام بخاری: محدثین نے اس سے خاموشی اختیار کی ہے۔  
(التاریخ الكبير: ۱۳۰/۱)  
امام ابوحاتم: ضعیف الحدیث، متروک الحدیث ہے۔  
(الجرح والتعديل: ۱۱۵/۱)  
امام احمد: منکر الحدیث ہے حسن بن عمارہ کے قریب ہے اور حسن بن  
عمارہ متروک الحدیث ہے۔ (ایضاً)  
امام نسائی، دولابی: متروک الحدیث ہے۔

ماہ صیام کی معروف عبادات میں سے ایک عبادت قیام رمضان  
ہے، جسے صلوٰۃ التراویح یا نماز تراویح بھی کہا جاتا ہے۔ عہد نبوی  
ﷺ سے تا ہنوز ہر دور، ہر علاقے میں مسلمان اسے بڑے اہتمام  
سے ادا کرتے چلے آ رہے ہیں۔ البتہ اس بات میں اختلاف ہے کہ  
نماز تراویح کی تعداد کیا ہے؟ احناف کے نزدیک اس کی تعداد بیس  
رکعت ہیں اور اس پر وہ متعدد دلائل پیش کرتے ہیں۔ ہماری مندرجہ  
ذیل معروضات احناف کے انہی دلائل پر نقد و تبصرہ ہے، جو نذر  
قارئین ہے۔

احناف کی پہلی دلیل:

بیس تراویح پڑھنے والے حضرات اپنے موقف و مسلک کی  
تائید میں سب سے پہلے جس ”حدیث“ کو پیش کرتے ہیں وہ درج  
ذیل ہے:

عن ابن عباس أن النبي ﷺ كان يصلي في  
رمضان عشرين ركعة والوتر .

”کہ نبی ﷺ رمضان میں بیس رکعت اور وتر پڑھتے تھے۔“

اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ ابن ابی شیبہ نے  
(المصنف: ۲/۳۹۴) طبرانی نے المعجم الكبير  
(۱۱/۲۹۲)، المعجم الاوسط (رقم: ۵۴۳۶) اور عبد  
بن حمید نے المنتخب (رقم: ۶۵۲) میں ذکر کیا ہے۔

یہی روایت امام بیہقی رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ (۲/۳۹۶) ابن  
عدی نے الکامل (۱/۲۴۰) اور خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد  
(۱۲/۴۵) میں بھی ذکر کی ہے لیکن وہاں اس کے الفاظ یہ ہیں:

كان يصلي في شهر رمضان في غير جماعة

### اس حدیث کے ضعف کے دیگر اسباب:

ابوشیبہ جو بالاتفاق ضعیف بلکہ متروک ہے اس کی یہ حدیث اس بنا پر بھی ضعیف ہے کہ وہ یہ روایت حکم سے بیان کرتا ہے اور محدثین نے تصریح کی ہے کہ اس کی حکم سے روایات منکر ہیں۔ چنانچہ امام ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ

جب ابوشیبہ حکم سے روایت کرتا ہے تو معض اشیاء پیش کرتا ہے۔ (المجروحین: ۱۰۴/۱)

صالح جزہ فرماتے ہیں: ابوشیبہ ضعیف ہے اس کی حدیث لکھی بھی نہ جائے اس نے حکم سے منکر روایات بیان کی ہیں۔

(التہذیب للمزی: ۳۹۱/۱)

زیر بحث روایت کو ابن عدی نے الکامل (۲۴۰/۱) میں ابوشیبہ کی منکر روایات میں شمار کیا ہے جس کا اعتراف علامہ عینی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری (۱۲۸/۱۱) میں بھی کیا ہے۔

اسی طرح علامہ ذہبی نے بھی المیزان (۴۸/۱) میں اس کی زیر بحث روایت کو اس کی منکرات میں شمار کیا ہے۔

### اس حدیث کے ضعف کا تیسرا سبب:

اس حدیث کے ضعف کا تیسرا سبب یہ ہے کہ یہ صحیحین کی متفق علیہ حدیث کے خلاف ہے جس میں آپ ﷺ کا معمول یہ بیان ہوا ہے کہ آپ ﷺ رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت ہی پڑھا کرتے تھے۔

چنانچہ امام زیلعی حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

پھر یہ حدیث (ابن عباس رضی اللہ عنہما)، صحیح حدیث (حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا) کے بھی خلاف ہے جس میں آنحضرت ﷺ کا رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ (نصب الرایۃ: ۱۵۳/۲)

علامہ ابن ہام حنفی رحمہ اللہ ابوشیبہ کے ضعف کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

کہ یہ حدیث صحیح حدیث کے مخالف بھی ہے۔

(فتح القدیر: ۳۳۳/۱)

(المجروحین للنسائی، ص: ۴۲۔ التہذیب: ۷۶/۱)

امام ترمذی: منکر الحدیث ہے۔ (ایضاً)

الجوزجانی: ساقط ہے۔ (ایضاً)

امام ابن حبان: اس کا وہم بہت زیادہ ہو گیا اور اس کی حدیث میں خطائیں بہت بڑھ گئیں حتیٰ کہ وہ اس قابل ہی نہ رہا کہ اس سے احتجاج کیا جائے۔ یحییٰ بن معین نے اسے چھوڑ دیا۔

(المجروحین: ۱۰۴/۱)

امام شعبہ رحمہ اللہ نے اسے جھوٹا کہا۔ (المیزان: ۴۷/۱ وغیرہ)

### ابوشیبہ کے ضعف پر اتفاق:

امام ذہبی رحمہ اللہ: مجمع علی ضعفہ دیوان الضعفاء

(ص: ۱۱) یعنی اس کے ضعیف ہونے پر مجتمع ہیں۔

سیوطی: اس کے ضعیف ہونے پر سب ائمہ متفق ہیں..... کسی سے بھی اس کی ادنیٰ درجے کی تعدیل بھی منقول نہیں۔

(الحاوی: ۳۴۸/۱)

### ابوشیبہ اور علمائے احناف:

علمائے احناف نے بھی اس کو بالاتفاق ضعیف مانا ہے۔

چنانچہ امام زیلعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

متفق علی ضعفہ. (نصب الرایۃ: ۱۵۲/۲)

علامہ عینی رحمہ اللہ: ضعیف لا یعتبر بمتابعته.

(بحوالہ اعلاء السنن: ۳۱۰/۱)

یعنی ابوشیبہ ضعیف ہے اور متابعت میں بھی معتبر نہیں۔

علامہ ابن ہام حنفی: متفق علی ضعفہ مع مخالفتہ

للصحيح. (فتح القدیر، ص: ۳۳۳)

یہ بالاتفاق ضعیف ہے اور وہ صحیح کے بھی مخالف ہے۔

ظفر احمد عثمانی: اس کو جمہور نے ضعیف کہا ہے۔ (اعلاء السنن: ۷۱/۶)

علامہ نیوی حنفی نے آثار السنن کی تعلیق (ص: ۲۰۶) میں اور

علامہ لکھنوی نے التعلیق الممجد (ص: ۴۱۱) میں بھی اسے

ضعیف مانا ہے۔



لا شك في أن تحديد التراويح في عشرين  
ركعة لم يثبت مرفوعاً عن النبي ﷺ بطريق  
صحيح على أصول المحدثين.  
”اس بات میں کوئی شک نہیں کہ بیس رکعت تراویح کی تحدید  
آنحضرت ﷺ سے محدثین کے اصول کے مطابق بطریق  
صحیح ثابت نہیں۔“

مذکورہ حدیث کا مسلک احناف سے تعلق:

یہاں قابل غور بات یہ بھی ہے کہ کیا اس حدیث سے حنفی مسلک  
ثابت ہوتا ہے؟ نماز تراویح کے بارے میں مذہب حنفی یہ ہے کہ نماز  
تراویح بیس رکعات سنت مؤکدہ ہیں اور ان رکعات کو جماعت کے  
ساتھ ادا کرنا بھی سنت مؤکدہ علی الکفایت ہے۔ جیسا کہ علامہ عبدالحی  
لکھنوی رحمہ اللہ نے وضاحت کی ہے وہ فرماتے ہیں:

قد صرح أصحابنا بأن التراويح سنة مؤكدة  
..... وصرحوا أيضاً بأن عشرين ركعة سنة  
مؤكدة أيضاً. (تحفة الاخيار، ص: ۴۰)

یعنی ”ہمارے اصحاب نے تصریح کی ہے کہ تراویح سنت  
مؤکدہ ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ تراویح بیس رکعت  
سنت مؤکدہ ہے۔“

مزید فرماتے ہیں:

قيام رمضان بالجماعة سنة مؤكدة.

ایضاً (ص: ۵۶)

یعنی ”قيام رمضان جماعت کے ساتھ سنت مؤکدہ ہے۔“  
قارئین کرام! غور فرمائیں یہ حدیث، ضعیف مردود ہونے کے  
ساتھ ساتھ معنوی لحاظ سے بھی مسلک احناف سے میل نہیں کھاتی،  
کیوں کہ اس حدیث میں ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے یہ رکعات بغیر  
جماعت کے ادا کیں جب کہ مذہب حنفی میں یہ رکعات جماعت کے  
ساتھ ادا کرنا سنت مؤکدہ ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث جسے  
ابوشیبہ نے روایت کیا ہے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے خلاف  
ہے جس میں گیارہ رکعات کا ذکر ہے باوجودیکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا  
آپ ﷺ کی رات کی نماز کو سب سے زیادہ جاننے والی ہیں۔ ملخصاً  
(فتح الباری: ۴/۲۵۴)

یہی بات انہوں نے الدرر (۱۵۳/۲) میں بھی ہے اور سیوطی  
نے اسے اپنی کتاب تنویر الحواک (۱۴۱/۱) میں نقل کیا ہے۔

یہی کچھ علامہ لکھنوی رحمہ اللہ نے التعلیق الممجد (ص: ۴۱۱)  
میں کہا ہے۔

اہل علم کی آراء:

ہماری ان گزارشات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ روایت  
بہر نوع ضعیف بلکہ منکر ہے اور اسی حقیقت کا اظہار اکثر اہل علم نے کیا  
ہے۔ چنانچہ امام ابن عدی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو ابوشیبہ کی  
منکرات میں شمار کیا ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

امام زلیعی رحمہ اللہ نے نصب الرایۃ (۱۵۳/۲) میں اسے معلول  
قرار دیا ہے۔

علامہ عینی حنفی رحمہ اللہ نے عمدۃ القاری (۱۲۸/۱۱) میں اس کے  
ضعیف ہونے کا اشارہ کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری، ابن ہمام حنفی رحمہ اللہ نے فتح  
القدیر (۳۳۳/۱)، علامہ زرقانی رحمہ اللہ نے شرح الزرقانی (۲۴۶/۱)،  
امام سیوطی رحمہ اللہ نے تنویر الحواک (۱۰۸، ۱۰۳/۱)، علامہ طحاوی  
حنفی رحمہ اللہ نے حاشیہ علی الدر (۲۹۵/۱)، علامہ لکھنوی نے حاشیہ علی  
الہدایۃ (۱۵۱/۱) اور التعلیق المجد (۳۲۰/۲) اور علامہ کشمیری حنفی رحمہ اللہ  
نے العرف الشذی (ص: ۳۰۹) میں اس کے ضعیف ہونے کا اعلان  
کیا ہے۔

قول فیصل:

مولانا محمد زکریا کاندھلوی اوجز المسالك (۳۰۴/۲) میں  
فرماتے ہیں:

## دوسری دلیل:

میں تراویح کے ثبوت میں ایک اثر یہ بھی پیش کیا جاتا ہے:

أن عمر بن الخطاب أمر رجلاً يصلي بهم عشرين ركعة .

”کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت پڑھائے۔“

اس اثر کو ابن ابی شیبہ رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب المصنف رقم: ۷۷۶۷ میں روایت کیا ہے اس اثر کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے یحییٰ بن سعید ہیں اس اثر کے بارے میں علامہ نیوی رضی اللہ عنہ حنفی فرماتے ہیں:

يحيى بن سعيد الأنصاري لم يدرك عمر .

(التعليق الحسن، ص: ۲۰۶)

یعنی ”یحییٰ بن سعید انصاری نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔“ چنانچہ یہ اثر منقطع ہے۔ لہذا ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے۔

## تیسری دلیل:

كان الناس يقيمون في زمن عمر بن الخطاب في رمضان بثلاث وعشرين ركعة .

(موطا امام مالك، ص: ۴۰)

یعنی ”لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں رمضان کا قیام (۲۳) رکعات کرتے تھے۔“

لیکن یہ اثر بھی منقطع ضعیف ہے۔ علامہ نیوی حنفی نے خود اعتراف کیا ہے کہ یزید بن رومان نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو نہیں پایا۔

(دیکھئے التعليق الحسن، ص: ۲۰۵)

ثانیاً: یہ اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس اثر کے بھی خلاف ہے۔ جس میں انہوں نے گیارہ رکعت تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔ اور یہ گیارہ والا اثر خود موطا میں ہی بسند صحیح موجود ہے۔ جیسا کہ بعد میں ذکر ہوگا۔

## چوتھی دلیل:

عن أبي بن كعب أن عمر بن الخطاب أمره أن

يصلي بالليل في رمضان فصلى بهم عشرين

ركعة . (المختار: ۳/۳۶۷- كنز العمال: ۸/۲۶۲)

یعنی ”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں نماز پڑھائیں اور وہ انہیں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔“

اس اثر کو ضیاء مقدسی رضی اللہ عنہ اور علامہ علی متقی رضی اللہ عنہ نے ابن مہنج کے حوالے سے نقل کیا ہے۔ لیکن یہ اثر بھی ضعیف اور ناقابل احتجاج ہے۔

اولاً: اس کی سند میں ربیع بن انس ہے جس کے بارے میں حافظ نے صدوق لہ اؤہام کہا ہے لیکن حافظ ابن حبان الثقات (ج: ۴، ص: ۲۲۸) میں فرماتے ہیں:

والناس يتقون من حديثه ما كان من رواية أبي جعفر عنه لأن فيها اضطراباً كثيراً .

”کہ لوگ اس کی اس حدیث سے بچتے ہیں جو اس سے ابوجعفر روایت کرے کیوں کہ ابوجعفر نے جو اس سے روایات بیان کی ہیں اُن میں بہت اضطراب ہے۔“

اور اس زیر بحث اثر میں ربیع کا شاگرد یہی ابوجعفر رازی ہے۔

ثانیاً: اس کی سند میں ابوجعفر رازی ہے جو مختلف فیہ ہے۔ ابن حبان رضی اللہ عنہ اس کے متعلق فرماتے ہیں:

كان ينفرد عن المشاهير بالمناكير لا يعجبني الاحتجاج بحديثه إلا فيما وافق الثقات .

(التهذيب: ۱/۵۰۴)

”یہ مشاہیر سے منکر روایتیں بیان کرتا ہے اور منفرد ہوتا ہے مجھے اس کی ایسی روایات جن میں وہ منفرد ہو احتجاج اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ البتہ جن روایات میں وہ ثقات کے موافق ہو وہ احتجاج کے قابل ہیں۔“

یہی بات علامہ ابن قیم رضی اللہ عنہ نے زاد المعاد (۱/۹۹) میں فرمائی ہے۔ علامہ البانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

شکار ہو گئے تھے اور حماد بن شعیب ان رواۃ سے نہیں جنہوں نے عطاء سے قبل از اختلاط سنا ہو۔

ثالثاً: علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تیسری علت کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

اس روایت کو بیان کرنے میں محمد بن فضیل (جو عطاء کے دوسرے شاگرد ہیں) نے حماد بن شعیب کی مخالفت کی ہے۔ کیوں کہ ابن ابی شیبہ (۳۹۵/۲) نے محمد بن فضیل عن عطاء بن سائب سے اس حدیث کو مختصراً روایت کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

عن علی أنه قام بهم في رمضان.

”کہ حضرت علی رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں قیام رمضان کروایا۔“

اس میں عدد کا کوئی ذکر نہیں۔ لہذا یہ بات بھی ابن شعیب کے ضعف پر دلالت کرتی ہے۔ کیوں کہ محمد بن فضیل ثقہ ہے اور اس نے وہ بیان نہیں کیا جو ابن شعیب (ضعیف) نے بیان کیا ہے اور قواعد علم حدیث کی رو سے ابن شعیب کی روایت منکر ہے۔

چھٹی دلیل:

عن أبي الحسناء أن علياً أمر رجلاً يصلي بهم

في رمضان عشرين ركعة . (ابن أبي شيبه :

۳۹۳/۲۔ السنن الكبرى للبيهقي : ۴۹۷/۲)

یہ اثر ابوالحسناء کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ابوالحسناء جس کا نام حسن یا حسین ہے حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے التقریب (ص: ۱۱۳۴) میں اسے مجہول قرار دیا ہے اور اس حقیقت کو علامہ نیوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے التعلیق الحسن (ص: ۲۰۷) میں بایں الفاظ تسلیم کیا ہے:

مدار هذا الاثر على أبي الحسناء وهو لا

يعرف .

”کہ اس اثر کا مدار ابوالحسناء پر ہے اور وہ معلوم نہیں کون ہے۔“

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اثر کو روایت کرنے کے بعد خود ہی اس کے ضعف کو بیان کر دیا ہے وہ فرماتے ہیں:

وفي هذا الإسناد ضعف .

اس کی مرویات میں تنبیع کرنے والا ہر باحث اس نتیجے پر پہنچتا ہے کہ یہ ثقات کی بہ کثرت مخالفت کرتا ہے اور اس کا یہ (بیس رکعت والا اثر) انہی میں سے ایک ہے، کیوں کہ پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا تھا کہ وہ لوگوں کو گیارہ رکعات پڑھائیں۔ یہ بات کسی طرح بھی قابل فہم نہیں کہ حضرت ابی امیر المؤمنین کے حکم کی مخالفت کریں (اور گیارہ کی بجائے بیس پڑھائیں) خصوصاً جب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا گیارہ کا حکم سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل و تقریر جو خود حضرت ابی کے لیے تھی کے موافق ہو۔

(صلاة التراويح، ص: ۷۰)

پانچویں دلیل:

عن أبي عبد الرحمن السلمي ، عن علي ،

قال: دعا القراء في رمضان فأمر منهم رجلاً

يصلي بالناس عشرين ركعة وكان على يوتر

بهم . (السنن الكبرى للبيهقي : ۴۹۶/۲)

”حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان میں قاریوں کو بلایا اور ان

میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات پڑھائیں

اور خود حضرت علی رضی اللہ عنہ و تر پڑھاتے تھے۔“

اس اثر کی سند بھی بوجہ سخت ضعیف ہے۔ کیوں کہ اس میں حماد بن شعیب ہے جو سخت ضعیف ہے۔ ہم علامہ نیوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ کی نقل کی ہوئی جروح قارئین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں: اسے ابن معین رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف قرار دیا ہے اور ایک دفعہ تو یہ بھی فرمایا کہ اس کی حدیث لکھی بھی نہ جائے۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں ”فیہ نظر“ فرمایا ہے۔ امام نسائی نے ضعیف اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے ”اکثر احادیثہ مما لا يتابع عليه“ کہ اس کی اکثر احادیث پر اس کی متابعت نہیں کی جاتی۔ فرمایا ہے۔ اور خود علامہ نیوی نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے۔

(التعلیق المحسن، ص: ۲۰۸)

ثانیاً: اس کی سند میں عطاء بن سائب ہے جو آخر عمر میں اختلاط کا

یعنی اس سند میں ضعف ہے۔

علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سند کے ایک اور ضعف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روایت معضل معلوم ہوتی ہے کیوں کہ حافظ نے التہذیب (۴/۱۲) میں فرمایا ہے کہ:

روی عن الحکم بن عتیبہ، عن حنش عن علی فی الأصحیۃ۔

یعنی ابوالحناء، حضرت علی رضی اللہ عنہ سے دو واسطوں سے روایت کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید اس روایت میں بھی دو یا ایک واسطہ گرا ہے۔ واللہ اعلم

ساتویں دلیل:

کان اُبی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدينة بعشرین رکعة ویوتر بثلاث۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۲۸۵)

”کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینہ میں ماہ رمضان میں لوگوں کو بیس رکعت اور وتر پڑھاتے تھے۔“

لیکن یہ اثر بھی منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

علامہ نیوی خفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عبدالعزیز بن رفیع لم یدرک اُبی بن کعب۔

(التعلیق الحسن، ص: ۲۰۱)

”کہ (اس اثر کے راوی) عبدالعزیز بن رفیع نے ابی بن کعب کو نہیں پایا۔“

ثانیاً: یہ اثر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان کے بھی خلاف ہے جس میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کو گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

آٹھویں دلیل:

سائب بن یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کنا نقوم فی زمان عمر بن الخطاب بعشرین رکعة والوتر۔

”کہ ہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیس رکعت اور وتر

پڑھتے تھے۔“

اسے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے معرفۃ السنن (۳۰۵/۲) میں ”من طریق محمد بن جعفر حدثنی یزید بن خصیفۃ عن السائب بن یزید“ روایت کیا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس اثر کو السنن الکبریٰ (۴۹۶/۲) میں بھی بایں سند روایت کیا ہے:

علی بن جعد، أنبا ابن أبی ذئب، عن یزید بن

خصیفۃ عن السائب بن یزید۔

اس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

کانوا یقومون علی عهد عمر بن الخطاب فی

شهر رمضان بعشرین رکعة۔

کہ وہ عہد عمر رضی اللہ عنہ میں قیام بیس رکعتوں سے کرتے تھے۔

لیکن یہ اثر بھی ناقابل احتجاج ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

خلافت عمر رضی اللہ عنہ اور تعداد تراویح:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں مسلمان کتنی رکعات پڑھتے

تھے۔ اس تعداد کو سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے بیان کرنے والے ان کے

تین شاگرد ہیں۔ ایک تو یہی یزید بن خصیفہ جن کے بیان کردہ الفاظ

کا ذکر ابھی گزرا ہے۔ دوسرے شاگرد محمد بن یوسف ہیں اور ان کے

مطابق یہ تعداد گیارہ رکعت تھی۔ محمد بن یوسف سے ان کے متعدد

شاگرد یہی (گیارہ) تعداد بیان کرتے ہیں۔ مثلاً امام مالک بن

انس رضی اللہ عنہ (موطا: ۱/۴۷۸) میں امام یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲۲۰/۵) میں، اور علامہ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے صلاة

الترایح (ص: ۴۶) میں اسماعیل بن جعفر المدنی (بحوالہ ابن خزیمہ فی

حدیث علی بن حجر) اس طرح اسماعیل بن امیہ اور اسامہ بن زید

(بحوالہ الفوائد للنیسابوری) کا نام بھی ذکر کیا ہے۔

تنبیہ:

محمد بن یوسف کا ایک شاگرد داؤد بن قیس ان تمام ثقات کی

مخالفت کرتا ہے اور بیان کرتا ہے کہ یہ تعداد اکیس تھی جیسا کہ مصنف

عبدالرزاق (۲/۲۶۰) میں ہے۔ لیکن داؤد بن قیس جو کہ مقبول درجہ کا راوی ہے کہ یہ روایت منکر ہے لہذا قابل اعتناء نہیں۔

اس اثر میں صحیح الفاظ:

اب سوال یہ ہے کہ اثر میں صحیح الفاظ یزید بن خصیفہ کے ہیں یا محمد بن یوسف کے، ہمارے نزدیک محمد بن یوسف کے بیان کردہ الفاظ جن میں گیارہ کا ذکر ہے، رائج ہیں۔ علامہ البانی رحمہ اللہ نے ابن خصیفہ کے اثر کو ضعیف، منکر کہا ہے اور اس کے مندرجہ ذیل اسباب بیان کیے ہیں:

۱: ابن خصیفہ اگرچہ ثقہ ہیں، لیکن امام احمد نے ایک روایت میں اس کو ”منکر الحدیث“ بھی کہا ہے اسی لیے امام ذہبی رحمہ اللہ نے اس کو المیزان میں ذکر کیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کے ”منکر الحدیث“ کہنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ابن خصیفہ کبھی کبھار روایت کرنے میں ثقات سے منفرد ہوتا ہے۔ اس طرح کے راوی کی وہ روایت جو اپنے سے زیادہ حفظ و ضبط والے راوی کی روایت کے مخالف ہو وہ مردود اور شاذ تصور ہوتی ہے۔ جیسا کہ مصطلح الحدیث کا مسلم قاعدہ ہے اور ابن خصیفہ کا یہ اثر اسی قبیل سے ہے۔ کیوں کہ اس اثر کا مدار سائب بن یزید پر ہے اور اس سے بیان کرنے والے محمد بن یوسف اور ابن خصیفہ باہم مختلف ہیں۔ پہلے کی روایت میں گیارہ جب کہ دوسرے کی روایت میں بیس کا ذکر ہے اور پہلے کا قول رائج ہے۔ اس لیے کہ پہلے یعنی محمد بن یوسف کے بارے میں حافظ نے ثِقَّةٌ ثَبَتٌ اور دوسرے کے بارے میں صرف ثِقَّةٌ کا حکم لگایا ہے اور رواۃ کے درجات میں اس طرح کا تفاوت عبد التعارض مرحلات میں سے ایک وجہ ترجیح ہے۔ الخ

۲: پھر ابن خصیفہ تعداد رکعات کے بیان میں مضطرب بھی ہے (جس کی تفصیل حسب ذیل ہے) اسماعیل بن امیہ کہتے ہیں کہ مجھے محمد بن یوسف ابن اخت السائب بن یزید نے خبر دی (پھر گیارہ رکعت کو ذکر کیا، جس طرح امام مالک رحمہ اللہ نے محمد بن یوسف

سے گیارہ کا ذکر کیا ہے، پھر ابن امیہ کہتے ہیں) میں نے محمد بن یوسف سے پوچھا: کیا اکیس رکعات کا بھی ذکر آتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: اکیس کا لفظ ابن خصیفہ نے سائب بن یزید سے سنا ہے، (اسماعیل بن امیہ کہتے ہیں) کہ میں نے (بعد میں) یزید بن خصیفہ سے (اکیس کے بارے میں) سوال کیا تو وہ فرمانے لگے ”حسبت أن السائب قال: أحد وعشرين“ میرا خیال ہے کہ سائب نے اکیس کہا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ جیسا کہ علامہ البانی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے۔

وہ مزید فرماتے ہیں:

اس روایت میں اکیس کہنا، سابقہ روایت میں بیس کہنا، اس روایت میں ”حسبت“ کہنا ابن خصیفہ کے اضطراب کی واضح دلیل ہے۔ کیوں کہ وہ اس روایت کو بیان کرنے میں ظن و گمان کا اظہار کرتا ہے اور صرف یہی ایک علت اس کی روایت کے ساقط الاعتبار ہونے کے لیے کافی ہے۔ چہ جائیکہ وہ مزید اپنے سے احفظ محمد بن یوسف کی مخالفت بھی کرے۔

۳: محمد بن یوسف کی روایت کو ابن خصیفہ کی روایت پر اس لیے بھی ترجیح حاصل ہے کہ محمد بن یوسف، سائب بن یزید کا قریبی عزیز یعنی بھانجا ہے۔ اس قرابت کی وجہ سے وہ سائب کی روایت کو زیادہ یاد رکھنے والا ہے۔

۴: مزید یہ کہ محمد بن یوسف کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے بھی موافق ہے۔ جس میں ذکر ہے کہ آپ رضی اللہ عنہا رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعت ہی ادا کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فعل کو سنت کی موافقت پر محمول کرنا بہتر ہے کہ اسے سنت کی مخالفت پر محمول کیا جائے۔ (دیکھئے صلاة التراويح، ص: ۱۵۲ تا ۱۵۹)

تنبیہ:

اس اثر کو سائب بن یزید سے روایت کرنے والے تیسرے راوی حارث بن عبد الرحمن بن ابی ذباب ہیں اور اس کے بیان کردہ الفاظ کے مطابق رکعات کی تعداد (۲۳) ہے۔ بظاہر یہ یزید بن خصیفہ کی

متابعت ہے۔ لیکن سنداً یہ اثر اتنا کمزور ہے کہ متابعت کے قابل نہیں۔ اس اثر کو عبد الرزاق نے المصنف (ج: ۴، ص: ۲۶۱) میں عن الاسلمی عن الحارث بن عبدالرحمن بن ابی ذباب عن السائب کے طریق سے روایت کیا ہے۔ لیکن یہ اثر موضوع ہونے کی وجہ سے مردود، ناقابل احتجاج و متابعت ہے۔ اس لیے کہ اس کی سند میں الاسلمی ہے، جس کا پورا نام ابراہیم بن محمد بن ابی یحییٰ ہے اور یہ تمام فقہائے مدینہ، یحییٰ بن سعید، یحییٰ بن معین وغیرہم کے نزدیک کذاب ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھئے التہذیب (۸۳/۱) اس اثر کے بارے میں ہماری ان معروضات سے قارئین کے لیے واضح ہو چکا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں بھی مسلمان گیارہ رکعات ہی پڑھتے تھے۔ یہی خلیفۃ المسلمین کا قراء کو حکم تھا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کسی قابل اعتماد سند سے ثابت نہیں کہ انہوں نے بیس رکعات پڑھنے کا حکم دیا ہو۔

اس ساری بحث میں ہماری معروضات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ احناف کے پاس بیس رکعات تراویح پر کوئی بھی دلیل ایسی نہیں۔ نہ مرفوع حدیث سے اور نہ ہی آثار صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے جو اصول محدثین کے مطابق صحیح ہو۔ ایک محرف حدیث سے استدلال:

بعض غالی مقلدوں نے بیس تراویح ثابت کرنے کے لیے تحریف حدیث جیسے قبیح فعل سے بھی گریز نہیں کیا۔ چنانچہ سنن ابی داؤد (۱۳۲۹) میں مذکور حدیث ”عن حسن أن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جمع الناس علی ابی بن کعب رضی اللہ عنہ فکان یصلی لم عشرین لیلة“ الحدیث۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابی بن کعب پر لوگوں کو جمع کیا اور وہ انہیں بیس راتیں نماز پڑھاتے، میں لفظ ”لیلة“ کو ”رکعة“ سے بدل دیا تاکہ مذہب حنفی کے مطابق بیس رکعت تراویح ثابت ہو سکے۔ والعیاذ باللہ تحریف کے دلائل:

مولانا صلاح الدین مقبول احمد اپنی کتاب ”زواہج فسی وجہ

السنة“ (ص: ۳۲۹، ۳۳۰) میں رقم طراز ہیں:

۱: سنن ابی داؤد میں ”رکعة“ کا لفظ سوائے ہندی نسخوں کے کسی نسخے میں موجود نہیں۔

۲: قدیم سے علماء اس حدیث کو سنن ابی داؤد سے ”عشرین لیلة“ کے الفاظ سے ہی نقل کرتے آئے ہیں اور کسی نے اشارہ تک نہیں کیا کہ یہاں روایت میں کوئی اختلاف ہے یا سنن ابی داؤد کے نسخوں میں اختلاف ہے۔

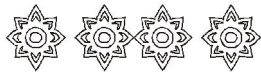
۳: یہی روایت امام بیہقی رحمہ اللہ نے السنن الکبریٰ (۲/ ۴۹۸) میں امام ابوداؤد رحمہ اللہ ہی کے طریق سے ذکر کی ہے اور وہاں بھی ”عشرین لیلة“ ہے۔

مزید فرماتے ہیں۔ اس تحریف کی تاریخ:

۱: ۱۳۱۸ھ سے قبل (دیگر عالم اسلام کی طرح) ہندوستان سے طبع ہونے والی سنن ابی داؤد کے تمام نسخوں میں ”عشرین لیلة“ ہے۔

۲: لیکن سنن ابی داؤد جب مولانا محمود الحسن رحمہ اللہ (دیوبندی) کے حاشیہ کے ساتھ چھپی تو پہلی دفعہ حاشیہ میں یہ انکشاف کیا گیا ہے کہ ”لیلة“، ”رکعة“ بھی ہو سکتا ہے۔ اگرچہ یہ موهوم اختلاف حاشیہ میں ذکر کیا گیا۔ لیکن بعد میں آنے والوں کے لیے اسی نے تحریف کا راستہ کھول دیا۔ یہی کچھ انہوں نے بسذل المجہود کے حاشیہ پر کیا۔

۳: پھر جب سنن ابی داؤد مولانا فخر الحسن رحمہ اللہ کے حاشیہ کے ساتھ طبع ہوئی تو ”عشرین رکعة“ کو متن میں لکھ دیا گیا اور اصل عبارت ”عشرین لیلة“ کو حاشیہ میں لکھ دیا گیا۔ انتہی مزید تفصیل کے لیے دیکھئے علامہ شیخ الحدیث سلطان محمود رحمہ اللہ کی ”نعم الشہود علی تعریف الفالین فی سنن أبی داؤد“ اور شیخ بکربولید رحمہ اللہ کی ”الردود“۔ (ص: ۲۵۸)





# باطل افکار و نظریات کے رد و ابطال میں علم کی اہمیت

## اور اس کا مقام

تحریر: علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز رحمہ اللہ ..... ترجمہ: پروفیسر ڈاکٹر عبدالرحمن فریوائی

کے اعضاء و جوارح بنائے، پھر انسان بتدریج بڑھ کر ایک بڑا آدمی بنا اور اس لائق ہوا کہ وہ لین دین کا معاملہ کرے، فکر و نظر، تعلیم و تعلم اور انتاج کے کاموں میں حصہ لے۔

یہ عظیم الشان نشانیاں سب کی سب اللہ کی قدرت پر دلالت کرتی ہیں۔  
عقیدہ آخرت:

انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں یہ بتایا کہ آخرت میں اللہ تبارک و تعالیٰ کے پاس سب اکٹھے کیے جائیں گے، اللہ تعالیٰ اس موقع پر حق کی تائید کرے گا، اہل حق کو بہترین بدلہ دے گا، انہیں عذاب جہنم سے بچا کر جنت میں داخل کرے گا، دشمنان حق کو ذلیل و خوار کرے گا اور انہیں ہمیشہ ہمیش کی آگ میں ڈال دے گا۔ پھر ہر عقل مند انسان اس دنیا میں یہ مشاہدہ کرتا ہے کہ کون ظلم کر رہا ہے، کس کی حق تلفی ہو رہی ہے، کس کی جان و مال پر زیادتی کی جا رہی ہے، پھر حق دیئے بغیر ظالم مرجاتا ہے، مظلوم کے ساتھ انصاف نہیں ہو پاتا تو کیا مظلوموں، کمزوروں اور غریبوں کے حقوق اسی طرح ضائع ہو جائیں گے؟ ..... ایسا ہرگز نہ ہوگا۔ خلاق عظیم، حکیم و علیم اللہ رب العزت نے انصاف کا ایک دن مقرر کر رکھا ہے، وہ قیامت کا دن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ مظلوم کے ساتھ ..... جسے ظالم سے دنیا میں پورا حق نہیں ملا ..... انصاف کرے گا، ظالم سے انتقام لے گا اور جتنی سزا کا وہ مستحق ہوگا اس کو وہ سزا دے گا۔ ہماری یہ دنیا جزا کی دنیا نہیں ہے، یہ تو امتحان و آزمائش کی جگہ ہے، عملی جدوجہد، خوشی اور غم

دلائل وجود باری تعالیٰ:

ان کی ساری دلیلیں لچر اور بے وزن ہیں، ان کا باطل واضح ہے، مردوں کا دوبارہ اٹھایا جانا، اور اللہ رب العالمین کے حضور ان کے پیش ہونے پر بے شمار دلائل ہیں۔ کائنات کی ساری مخلوقات اللہ رب العزت کی قدرت و طاقت اور اس کی الوہیت کے اعتراف کے وجوب پر گواہ ہیں۔

اللہ تعالیٰ مردہ اور سوکھی زمینوں کو بارش کے پانی سے سیراب کرتا ہے، اللہ تعالیٰ جب پانی برساتا ہے تو یہ مردہ زمینیں بارش کے پانی سے لہلہا اٹھتی ہیں جس سے وہ جتنے میوے اور پھل پیدا کرنا چاہتا ہے کرتا ہے۔

ان پودوں کو کس نے اگایا؟ اور ان پھلوں کو ہمارے لیے کس نے نعمت بنایا؟ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کی ذات ہے جس نے بارش برسائی، مردہ زمینوں میں زندگی کے آثار پیدا کیے، جس سے نباتات اور پھل پیدا ہوئے، وہی ذات برحق مردوں کو عنقریب زندہ کرے گی، قبروں سے انھیں اٹھائے گی، اور وہ اپنے دنیاوی اعمال کے حساب کتاب کے لیے اللہ کے حضور پیش ہوں گے۔

اسی طرح سے انسان کا معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ نے ہمارے باپ آدم کو مٹی سے پیدا کیا، آدم علیہ السلام نے انسانی نسل چنی، اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو حقیر پانی سے پیدا کیا، جو خون کے لوتھڑے میں تبدیل ہوا، پھر گوشت کا ٹکڑا بنا، پھر اس نے ایک باقاعدہ انسان کی شکل اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے جسے سننے، دیکھنے اور عقل و ادراک کی طاقت عطا کی، اس

کی دنیا ہے، اس دنیا میں مظلوم کے ساتھ کبھی انصاف ہو جاتا ہے، وہ اپنے حق کو پالیتا ہے، اور کبھی کسی عظیم حکمت و مصلحت کے پیش نظر اس کا معاملہ قیامت کے دن تک کے لیے ملتوی کر دیا جاتا ہے، اس روز اللہ تبارک و تعالیٰ ظالموں سے انتقام لے گا۔

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ إِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ﴾ (ابراہیم: ۴۲)

”اور تو ظالموں کے اعمال سے اللہ کو ہرگز غافل مت جان وہ ان کو اس دن تک مہلت دیتا ہے، جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔“

اس خوفناک دن میں اللہ تبارک و تعالیٰ مظلوموں کے ساتھ انصاف کرے گا، انھیں پورا پورا بدلہ دے گا، ظالموں سے انتقام لے گا، اللہ تعالیٰ دنیا میں کبھی کبھی ظالموں کو سزا دے دیتا ہے، جیسا کہ بہت سی امتوں اور قوموں کے ساتھ پیش آیا، اور کبھی ظالموں اور مظلوموں دونوں کا معاملہ مؤخر کر دیتا ہے، یہ حقوق اس عظیم دن یعنی یوم قیامت میں لوگوں کو ملیں گے جس دن آنکھیں خوف سے باہر آجائیں گی، یہ ساری باتیں حق ہیں۔

قادر مطلق، علیم و حکیم اللہ رب العزت مظلومین کے حق کو فوت نہیں کرے گا، اسی واسطہ ہمیں اس نے حشر و نشر جزا و سزا کے لیے یوم قیامت کی خبر دی ہے۔ کتاب و سنت، اجماع، عقل صحیح اور فطرت سلیمہ سب کے سب ان چیزوں پر شاہد عدل ہیں، اور دلالت کرتی ہیں کہ جزا و سزا اور حساب کتاب ضروری ہے، اور یہ کہ حشر و نشر حق ہے، جنت حق ہے، جہنم حق ہے، آسمانی کتابوں، سنت نبویہ اور مسلمانوں کے اجماع سے یہ سب باتیں ثابت ہیں، ساتھ ہی ساتھ عقل صحیح اور فطرت سلیمہ بھی اس کی گواہی دیتی ہیں، ہم ظالم و مظلوم سب کو دیکھتے اور یہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ نہ ہی مظلوم کو ظالم سے قصاص ملا، اور نہ ہی اسے اس کا حق ملا، اس لیے ضروری ہے کہ محاسبہ کا ایک دن ہو جس میں ہر انسان اپنے اعمال کی بنا پر جزا و سزا کا مستحق قرار دیا جائے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ بھائی کی راہ میں جدوجہد کرنے والے نیکو کار

اہل ایمان کو ان چیزوں میں سے کچھ نہیں ملا، جن سے ان کے علاوہ حدود اللہ سے تجاوز کرنے والے اللہ کے بندوں پر ظلم کرنے والے بہرہ اندوز ہوتے ہیں، ان کے پاس بڑے بڑے محلات ہیں، دولت کی ریل پیل ہے، نوکر چاکر اور حذم و حشم کی کثرت ہے۔

اہل خیر اور متقیوں کا ایک جم غفیر اس دنیاوی مال و متاع سے بالکل محروم ہے، اس لیے ضروری ہے کہ ایک وقت موعود آئے جس میں یہ اللہ کے نیک بندے اپنے رب سے شرف ملاقات حاصل کریں، اس وقت انھیں اللہ تعالیٰ بلند مراتب اور اجر عظیم سے نوازے۔ اعمال صالحہ اور صبر و شکر کے بدلے طرح طرح کے انعامات کے وہ مستحق ہوں، یہ متقی لوگ بڑے ثواب، بڑے مرتبے، بڑے خیر، عظیم احسان و فضل، حور و قصور اور بے پایاں خیرات و حسنات کو اپنے نیک اعمال کے بدلے میں حاصل کریں۔

اور اللہ تعالیٰ ظالموں، راہ حق سے اعراض کرنے والوں، اور مجرموں کو جو دنیا ہی کے ہو کر رہ گئے تھے، اور جنہیں دنیا کی شہوات نے دھوکہ دے رکھا تھا، جس کے پیچھے وہ بھاگتے رہتے تھے، سزا دے گا، اور انہیں سخت عذاب میں ڈالے گا جس کے وہ مستحق ہیں، اور یہ اس واسطے ہوگا کہ انہوں نے کوتاہی کی، اللہ سے اعراض کیا، اس کی حدود کو توڑا، ناشکری اور کفران نعمت کیا، بندگان خدا پر ظلم ڈھایا، اللہ کی اطاعت سے منہ موڑتے رہے، ان لوگوں کو اللہ رب العزت جس سزا کے مستحق ہیں دے گا۔

عقل صحیح اور فطرت سلیمہ رکھنے والے لوگ اگر ان عظیم الشان امور و مسائل میں غور کریں تو یہ جان جائیں گے کہ معاد حق ہے۔ آخرت اور جسمانی معاد کے منکر، ملحد، کمیونسٹ، شیوعی اور بت پرست وغیرہ کے دعویٰ سراسر باطل، ساقط الاعتبار اور جھوٹ ہیں۔

اسی طریقہ سے مختلف گمراہ کن اور تباہ کن افکار و نظریات، دعوات و تحریکات اور مذاہب و ادیان کے ماننے والوں کا معاملہ ہے لوگوں کے دعوؤں پر اگر عقل صحیح بصیرت، سلیم فطرت رکھنے والے لوگ غور کریں تو کتاب و سنت اور صحیح کتابوں کے ذریعہ سے ان پر ان کی دعوت کے



اس کا بدلے ضرور ملے گا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَبِیَوْمِ  
يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۝ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ الظَّالِمِینَ مَعْدَرَتُهُمْ وَلَهُمُ  
الْعَذَابُ ۝ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝﴾ (المؤمن: ۵۱، ۵۲)

”ہم اپنے پیغمبروں کی اور ایمان والوں کی دنیوی زندگی میں بھی مدد کرتے ہیں اور اس روز بھی جس میں گواہی دینے والے (یعنی فرشتے) کھڑے ہوں گے، جس دن کہ ظالموں کو ان کی معذرت کچھ نفع نہ دے گی اور ان کے لیے لعنت ہوگی اور ان کے لیے اس عالم میں خرابی ہوگی۔“

اللہ تبارک وتعالیٰ نے نیکوکاروں کے لیے دنیا میں نصرت و تائید اور آخرت میں ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَنُصَرِّفَنَّ اللَّهُ مَن یَنْصُرُهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَقَوِیُّ عَزِیزٌ ۝ الَّذِینَ  
إِنْ مَكَثُوهُمْ فِی الْأَرْضِ أَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ وَ  
أَمَرُوا بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۚ﴾

”بے شک اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرے گا جو اللہ (کے دین) کی مدد کرے گا، بے شک اللہ تعالیٰ قوت والا اور غلبہ والا ہے، یہ لوگ ایسے ہیں کہ ہم ان کو دنیا میں حکومت و اقتدار دے دیں تو یہ لوگ نماز کی پابندی کریں اور زکوٰۃ دیں اور دوسروں کو نیک کاموں کے کرنے کو کہیں اور برے کاموں سے منع کریں۔“ (الحج: ۴۰، ۴۱)

اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان دونوں آیتوں میں راہ حق پر چلنے والوں، نماز قائم کرنے والوں، زکوٰۃ کو اس کے مستحقین کو ادا کرنے والوں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والوں سے اپنی نصرت و تائید کا وعدہ کیا ہے، یہ نصرت و تائید دنیا میں ممکن و اقتدار اور قیامت کے دن اللہ کی رضا اور نصرت کو شامل ہے، اس میں مؤمنین کے لیے شرف و عزت، اور کافروں کے لیے ذلت ہے، مؤمن جنت سے فائز المرام ہوں گے اور کافروں کے چہروں پر ذلت

بطلان اور ان کے دلائل کی سطحیت واضح ہو جائے گی، اللہ تبارک وتعالیٰ نے کتاب و سنت اور لوگوں کی عقلوں میں فہم و ادراک کی جو طاقت رکھی ہے، اور اپنی مخلوقات اور کائنات عالم میں حق و صداقت پر جو بے شمار دلائل قائم کیے ہیں، یہ تمام چیزیں اس بات پر گواہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے، وہی خلاق و علیم ہے، رزاق، کریم اور قادر مطلق ہے، اور صرف اسی کی ذات عبادت کی مستحق اور سزاوار ہے۔

طالبان علوم نبوت کی ذمہ داریاں:

طالبان علوم نبوت کو چاہیے کہ وہ چاہے جہاں اور جس حال میں ہوں کتاب اللہ پر اپنی توجہ صرف کریں، ان کا سب سے بڑا اور اہم مشغلہ قرآن میں غور و فکر اور تدبر ہو، کامل توجہ سے اس کی تلاوت کریں، اور اس میں انبیاء و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیغامات کی صحت پر جو دلائل و براہین ہیں ان کی صداقت پر، اور برے لوگوں کے اقوال کے بطلان پر جو روشن دلائل اور عظیم معانی و مفہیم ہیں، ان تمام امور کے سلسلے میں وہ قرآن میں غور و خوض کریں۔

جس شخص نے بھی ہدایت کی غرض سے قرآن میں تدبر کیا، اللہ تبارک وتعالیٰ اسے عزت بخشے گا، اس کا حامی و ناصر اور مددگار ہوگا، اور اس کی مرادوں کو پورا کرے گا۔

﴿إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ یَهْدِی لِلَّتِیْ هِیَ أَقْوَمُ﴾ (بنی اسرائیل: ۹)

”بلاشبہ یہ قرآن ایسی راہ کی ہدایت کرتا ہے جو بالکل سیدھی ہے۔“

﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِینَ آمَنُوا هُدًی وَ شَفَاۗءٌ ۚ﴾

”آپ کہہ دیجیے کہ قرآن ایمان والوں کے لیے تورہنما اور شفاء ہے۔“ (خم سجدہ: ۴۴)

اسی طرح سے جو مسلمان سنت مطہرہ، اور مکہ و مدینہ میں نبی کریم ﷺ کے اعداء و خصوم سے موقف اور رویے پر غور کرے گا تو اسے حق معلوم ہو جائے گا، اسے یہ معلوم ہو جائے گا کہ اہل حق ہی کامیاب و کامران ہوتے ہیں، انہیں ابتلاء و آزمائش سے دوچار ہونا پڑتا ہے، دنیا میں اگر نصرت و تائید سے کوئی محروم رہا تو آخرت کے دن اس کو

وندامت کی سیاہی ہوگی، ان کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔

اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

﴿وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِينَهُمُ الَّذِي ارْتَضَىٰ لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ أَمْنًا ۚ يَعْبُدُونَنِي لَا يُشْرِكُونَ بِي شَيْئًا ط﴾ (النور: ۵۵)

”اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے تم میں ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں کہ وہ ان کو اسی طرح زمین میں خلیفہ بنائے گا۔ جس طرح ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو بنا چکا ہے، اور ان کے لیے ان کے اس دین کو مضبوط بنیادوں پر قائم کر دے گا جسے اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں پسند کیا ہے، اور ان کی (موجودہ) حالت خوف کو امن سے بدل دے گا، بشرطیکہ وہ میری عبادت کرتے رہیں اور میرے ساتھ کسی قسم کا شرک نہ کریں (یا کسی کو شریک نہ کریں)۔“

اس مفہوم کی اور بہت ساری آیتیں ہیں۔

امت اسلامیہ میں جن اہل علم کو شہرت و کمال حاصل ہوا، اللہ کی توفیق جن کے شامل حال رہی، جنہوں نے کتاب و سنت میں غور و فکر کیا اور دونوں کو صحیح طور پر سمجھنے کے لیے ہر وہ معاون علم سیکھا جو ان کو اس مقصد میں مفید تھے، یعنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، تابعین عظام اور ائمہ اسلام اور ان کے راستہ اور منہج پر چلنے والے اصحاب خلوص و بصیرت اور ارباب صدق و صفا جیسے شیخ الاسلام ابن تیمیہ اور ان کے دونوں شاگرد ابن قیم، ابن کثیر اور مشاہیر ائمہ اسلام رحمہم اللہ۔ ان ائمہ کے حالات پر جس شخص نے بھی غور کیا، اللہ تعالیٰ نے جن کو ان لوگوں کی کتابوں اور ان کی باتوں کو سمجھنے کی توفیق بخشی تو وہ بڑی عجیب چیزیں، روشن عبرتیں، صحیح علم، روشن دل، واضح دلائل و براہین دیکھیں گے جو ان چیزوں سے تمسک کرنے والوں کو سعادت

واستقامت کا راستہ دکھانے والے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ کی توفیق سے اس امر سے مطلوبہ مقصد حاصل ہو جائے گا، اور اپنے نفس کو ان علوم و معارف اور حق کی طمانیت سے مسلح کرے گا، وہ حق جس کو لے کر اللہ تعالیٰ نے رسولوں کو بھیجا، اپنی کتابیں نازل کیں، اور جس پر سلف صالحین چلتے آئے ہیں، اور اس پر یہ واضح ہو جائے گا کہ ضلالت و گمراہی کی دعوت دینے والے اس کے مخالفین کے پاس باطل شکوک و شبہات اور لچر، بے وزن دلائل کے سوا کچھ نہیں ہے، اسے معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت میں صرف وہی طالب علم ہے جو حق کو واضح اور روشن دلائل و براہین کے ساتھ باطل سے الگ کر سکے، جو ہدایت یافتہ ائمہ کی کتابوں کو پڑھے، ان میں سے حق کے موافق جو چیز ہو اسے لے لے اور حق کے مخالف باطل چیزوں کو ترک کر دے، ان مشہور ائمہ میں سے بارہویں صدی سے بعد کے عہد تک شیخ امام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ اور آپ کے اتباع و انصار کا نام سرفہرست ہے جنہیں اس میدان میں کافی شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی، ان لوگوں نے بڑی عظیم الشان اور کامیاب کتابیں تصنیف کیں، لوگوں کے پاس خطوط بھیجے، معاندین اور خصوم کی تردید کی، کتاب و سنت کے دلائل سے اپنے رسائل و مؤلفات میں حق کو واضح کیا، علامہ شیخ عبدالرحمن بن قاسم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”الدرر السنیة فی الأجروبة النجدیة“ میں ان کتابوں کی ایک اچھی خاصی تعداد کو جمع کر دیا ہے، شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب اور آپ کے تلامذہ و اصحاب نے جو دلائل دیے ہیں ان میں جو شخص بھی غور و خوض کرے گا اس کو اس میں واضح حق اور روشن دلائل ملیں گے جو مخالفین کے اقوال و شبہات کا بخوبی بطلان اور حق کو واضح اور روشن دلائل سے بیان کرتے ہیں۔

ان ائمہ اسلام کے ساتھ آخری زمانہ میں ہوتے ہوئے بھی حق کے اظہار اور اس کے دلائل کے بیان کرنے میں اللہ جل شانہ کی توفیق شامل حال رہی، انہوں نے توحید کی دعوت کی توضیح اور بت پرستی کے داعیوں اور قبروں کی پوجا کرنے والوں کے رد و ابطال میں

### بقیہ: رمضان اور امت مسلمہ کی تربیت

۶۔ فقراء و مساکین کے فقر و فاقے کا احساس:

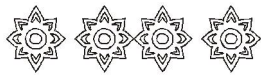
ایک روزہ دار کو اس مہینے میں صبح سے لے کر شام تک بھوکا پیاسا رہنے سے، غریبوں کے فقر و فاقے کا احساس ہوتا ہے، خود کو عملاً بھوکا پیاسا رکھ کر ان آپ بیتی کیفیات کی عملی مشق سے ہی ان احساسات غربت کو مؤثر اور قائم رکھا جاسکتا ہے۔ اس طرح روزے سے انسانی جذبات ایثار قربانی کو زندہ رکھنے کا درس ملتا ہے۔ یوں روزہ دار غریبوں کا غم خوار اور ہمدرد بنتا ہے۔

۷۔ جہد مسلسل اور تکالیف برداشت کرنے کی عادت:

ایک روزہ دار کے صبح سے لے کر شام تک بھوکا پیاسا رہنے سے اُس کے اندر تکالیف برداشت کرنے کا مادہ پیدا ہوتا ہے، اور سخت سے سخت ترین کام کی انجام دہی کے لیے اُس کے اندر ہمت پیدا ہوتی ہے، بالخصوص رمضان کے آخری عشرے میں شب بیداری کرنا، جس سے باقی ایام میں بھی راتوں کو اٹھ کر اللہ کی عبادت بجالانے کی تربیت حاصل ہوتی ہے۔ رسول کریم ﷺ کے متعلق حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

”آپ ﷺ جب آخری عشرے میں داخل ہوتے تو آپ کمر ہمت باندھ لیتے، اپنے اہل و عیال کو جگاتے اور رات بھر قیام کرتے تھے۔“ (صحیح البخاری، کتاب الصوم، رقم: ۱۸۸۴۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام: ۹۰/۶) (۲۰۰۸)

دعا ہے اللہ رب العزت ہمیں اس ماہ مبارک سے مکمل تربیت لینے اور اصلاح نفس کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔



شہرت حاصل کی، یہ سلف صالحین کے سیدھے اسلوب اور منہج پر تھے، انہوں نے کتاب و سنت کے واضح دلائل کا سہارا لیا، حدیث اور تفسیر کی کتابوں پر توجہ اور اہتمام میں نمایاں رہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے ذریعہ سے حق کو بلند، اور باطل کو سرنگوں اور دوسروں پر اتمامِ حجت کیا، ان کے ذریعہ سے اسلام کا جھنڈا لہرا دیا، جہاد قائم ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کے ذریعہ بے حد و حساب نعمتوں اور احسانات کو ظاہر کیا، ساری دنیا میں ان لوگوں کی کتابوں کو پڑھنے اور ان کی دعوت کو صحیح سمجھنے والے، اور ان کے اسلوب و منہج کی سلامتی کے قائل اہل حق اس دعوت کو پھیلا رہے ہیں، اور ہر جگہ کے ارباب شرک و بدعات و خرافات اور دشمنانِ اسلام کے رد و ابطال میں انہیں علماء کی کتابوں سے استفادہ کر رہے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ سے ہم دعا گو ہیں کہ ہمیں ان تمام چیزوں کی توفیق دے جس سے وہ راضی ہو، ہماری، ہمارے قلوب اور ہمارے اعمال کی اصلاح کرے، ہمیں ہدایت دے اور ہادی بنائے، ہمیں صالح بنائے اور ہم سے اصلاح کا کام لے، اپنے دین میں فقہ و بصیرت عطا فرمائے، اپنے دین کی نصرت فرمائے، اپنا کلمہ بلند کرے، ہر جگہ کے مسلمانوں کے احوال درست فرمائے۔ اچھے لوگوں کو ان کا حکمران بنائے، مسلمان حکمرانوں کی اصلاح کرے، انہیں ہدایت کی راہ پر چلنے اور ہدایت کی دعوت دینے والا بنائے، انہیں شریعت کے نفاذ کی توفیق دے، ہمارے سلاطین و حکام کو ہر خیر اور بھلائی کی توفیق بخشے، ان سے حق کی تائید ہو۔

إِنَّهُ جَلَّ وَعَلَا جَوَادُ كَرِيمٍ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰی  
نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ.



### مولانا شفیق الرحمن فرخ کے برادر اکبر کی وفات

مجلہ نداء الجامعہ لاہور کے مدیر جناب مولانا شفیق الرحمن فرخ کے برادر اکبر خالد ملک ۱۲ جولائی ۲۰۱۱ء کو وفات پا گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون  
قارئین سے مرحوم کی مغفرت و بلندی درجات کے لیے دعا کی درخواست ہے۔ (انتظامیہ مجلہ نداء الجامعہ)

19 شعبان المعظم 1432ھ (1033) 22 جولائی 2011ء

# رمضان اور امت مسلمہ کی تربیت

بشیر الرحمن حنیف (اسلام آباد)

قاتل أو شاتمہ فليقل إني صائم مرتين .....  
(صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب فضل الصوم:  
۱۷۶۱۔ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب فضل  
الصيام: ۱۹۴۳)

”آپ ﷺ نے فرمایا: روزہ ڈھال ہے (لہذا) آدمی  
دورانِ روزہ شہوانی باتوں اور جاہلانہ طور طریقوں سے  
اجتناب کرے۔ اگر کوئی شخص اُس (روزہ دار) سے لڑائی  
کرے یا گالی گلوچ کرے تو دو مرتبہ اُس سے کہے کہ میرا  
روزہ ہے۔“

ایک دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:  
”جس نے جھوٹی باتوں سے احتراز نہ کیا اور اس پر عمل  
کرنے کو ترک نہ کیا تو ایسے لوگوں کی بھوک پیاس سے اللہ کو  
کوئی سروکار نہیں۔“ (صحیح بخاری، کتاب الصوم:  
۱۷۷۰)

مذکورہ بالا احکامات کی تعمیل کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس سے انسان کے  
اند رکمال درجے کا ڈسپلن، ضبط نفس اور صبر کی عمدہ خصوصیات پیدا ہو  
جاتی ہیں جو روزے کی خصوصی تربیت کا نتیجہ ہے۔

## ۲۔ سحر خیزی کی عادت:

سحری کا کھانا رسول کریم ﷺ کی سنت مبارکہ ہے۔ فرمایا:  
تَسَحَّرُوا فَإِنَّ فِي السَّحُورِ بَرَكَةً . (صحیح  
بخاری، کتاب الصوم، باب بركة السحور: ۱۷۸۹۔  
صحیح مسلم، کتاب الصيام، باب فضل السحور:  
۱۸۳۵)

رمضان المبارک وہ عظیم مہینہ ہے کہ جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ  
نے قرآن کریم نازل فرمایا اور اس میں روزہ رکھنا تمام مسلمانوں پر (ما  
سوائے شرعی عذر کے فرض کر دیا)۔

اسلام سے قبل بھی روزے کا رواج تھا لیکن ہر ایک کے طریق  
جدا گانہ تھے، مگر اسلامی روزہ کے فوائد ان تمام طریقوں سے منفرد اور  
کثیر الفوائد ہیں۔ اسلام نے جب سے روزے کے اس منفرد طریقے  
کی ابتداء کی اس نے ایک ایسے سدا بہار پودے کی آبیاری کی جو  
لامتناہی نیکیوں کا منبع اور بیش بہا افادیت کا حامل ہے۔ رمضان  
المبارک کے ثمرات و برکات کے ایک سے زائد پہلو ہیں لیکن ذیل کی  
سطور میں ہم اس کے صرف ایک ہی پہلو پر بحث کریں گے اور وہ ہے:  
”رمضان اور امت مسلمہ کی تربیت۔“

یہ ماہ مبارک ایک ٹریننگ کورس ہے کہ اس میں ایک مسلمان کی ہر  
پہلو سے تربیت کی جاتی ہے۔  
۱۔ ضبط نفس:

رمضان کے روزوں کی فرضیت کی حکمت کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے  
کچھ اس طرح کیا: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (البقرة: ۱۸۳)  
”تا کہ تم پر ہیزگار بن جاؤ۔“

اس لیے ہر روزے دار کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اپنی زبان،  
آنکھ سمیت تمام اعضاء کو برائیوں سے دور رکھے تا کہ روزے کا تقدس  
باقی رہے، حتیٰ کہ اگر کوئی اس کے ساتھ بے جا زیادتی کر بھی لیتا ہے تو  
نہایت خاکساری سے یہ کہے کہ ”میرا روزہ ہے۔“ اور کسی قسم کی  
مدافعت نہ کرے، رسول اکرم ﷺ نے اسی طرح حکم دیا۔ فرمایا:

الصيام جنة فلا يرفث ولا يجهل وإن امرؤ

کے ساتھ ساتھ منظم جسمانی حرکات (Physio Therapy) کے مسلسل وجود میں آتے رہنے سے انسانی قلب و دماغ میں وقفہ وقفہ سے جذبات روحانی کے ساتھ خون کی جولانی سینکڑوں قلبی اور دماغی کمزوریوں کو دور کرنے کا باعث ہوتی ہے۔

#### ۴۔ مکروہ عادتوں پر کنٹرول:

روزہ داروں کو دورانِ روزہ بہت سی مکروہ عادتوں پر صبر کرنا ہوتا ہے۔ اس لیے بہت سی بری عادتوں حتیٰ کہ لایعنی گفتگو سے پرہیز کرنے کی تربیت اور ٹریننگ حاصل ہو جاتی ہے۔ ہر بے جا نفسی خواہش اور مضر عادتوں سے بچتے رہنے کا یہ رزیز موقع ہے کہ جب روزہ دار کی یہ شان ہو کہ رب کریم کے پاس اس کے منہ کی بدبو بھی مشک کی خوشبو سے بہتر ہو۔ کتنی بد نصیبی ہوگی کہ وہ اس مبارک مہینا میں اپنے منہ کو تمباکو کی بدبو سے بھرے!

اسی طرح بے جا جنسی شہوات کو قابو میں رکھنے کے لیے اس ماہ مبارک کے روزے اکسیر کی حیثیت رکھتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

”اے نوجوانوں کی جماعت! تم میں سے کوئی اگر شادی کی استطاعت رکھے تو شادی کر لے۔ کیوں کہ یہ نظر کو نیچے رکھنے والی اور شرم گاہ کی حفاظت کرنے والی ہے۔ اگر کسی کو اس کی استطاعت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے یہ اُس کی شہوت کا توڑ ہے۔“ (صحیح بخاری، کتاب الصوم، حدیث نمبر: ۱۷۷۲)

#### ۵۔ انفاق فی سبیل اللہ کی عادت:

رسول اللہ ﷺ کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ سخی تھے، اور جب رمضان میں جبریل علیہ السلام سے آپ کی ملاقات ہوتی تو آپ کی سخاوت اور زیادہ بڑھ جاتی.....“ (صحیح البخاری، باب بدء الوحی، رقم: ۱۷۶۹ (۹۸۱)۔ صحیح مسلم، کتاب الصوم: ۴۳۸/۱۱ (۴۲۶۸) (باقی صفحہ نمبر ۲۵ پر)

یعنی ”سحری کھاؤ کیوں کہ اس میں برکت ہے۔“ سحری کا یہ وقت دراصل تہجد گزاری کا وقت ہے، اس لیے اکثر روزہ داروں میں اس ماہ کی سحر خیزی سے تہجد کی عادت بن جاتی ہے جو بذاتِ خود ایک افضل ترین عبادت ہے اور اللہ کریم سے مناجات کرنے کا ایک بہترین موقع بھی۔

موجودہ سائنسی تحقیق سے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ تمام حیات بخش شعاعوں (Life Giving Rayese) کا نزول خطِ الابیض (صبح صادق) سے ہونے لگتا ہے، یہ شعاعیں نہ صرف حیات بخش ہیں بلکہ دل و دماغ کے مراکز کو فراست و توانائی سے بھی سرفراز کرتی ہیں۔ گویا جسم کے اندر توانائی کی نمونہ اوقات میں ہوتی ہے اور یہ مشاہدے کی بات ہے۔ نماز تہجد اور نماز فجر (وقتِ پہ) ادا کرنے والا دن بھر توانا، خوش باش، ہشاش بشاش رہتا ہے۔ کیوں کہ یہی ٹائم اُس کی روحانی و جسمانی بیڑی چارج ہونے کا وقت ہے۔

چائیز سائنس دانوں کی تحقیقات کے مطابق توانائی رات تین بجے جسم کے پھیپھڑے کے چینل میں داخل ہوتی ہے، دو گھنٹے قیام کرنے کے بعد یکے بعد دیگرے جسم کے بارہ چینلز میں گردش کرتی ہے۔ ہر چینل یا عضو میں توانائی کا قیام دو گھنٹے تک ہوتا ہے، جب کہ انسانی جسم کل بارہ چینلز پر منقسم ہے۔ (مزید تفصیل کے لیے دیکھئے ”عبادات نبوی اور جدید سائنسی تحقیقات“ محمد انور بن اختر، ص: ۱۲۱)

#### ۳۔ رب کریم سے ہم کلامی:

رمضان المبارک قرآن پاک کا مہینا ہے۔ یہی وہ ماہ مبارک ہے جس میں ہر مسجد اور بے شمار گھروں سے تلاوتِ کلامِ پاک کی آواز آتی ہے، تراویح کی نماز میں قرآن پاک کا سننا اور خود بھی اپنے طور سے اس کی تلاوت کرنا، اس کے معانی و مطالب پر غور کرنا، قرآنِ فہمی کا موقع فراہم کرتا ہے۔ یہ سال بھر کے لیے ٹریننگ ہے کہ اس طرح روزانہ کئی گھروں میں تلاوت اور قرآنِ فہمی جاری و ساری رکھی جائے، اس طرح یہ ماہ مبارک لذتِ قرآن سے آشنا کر دیتا ہے۔ اسی طرح نمازِ تراویح میں طویل قیام، رکوعِ تہجد کی وجہ سے جو روحانی کیفیت

## مولانا محمد حنیف ندوی رحمہ اللہ..... ایک جید مفکر

### (اپنی تحریروں کی روشنی میں)

ڈاکٹر لیتیک بابری

صرف ایمان اور ایمان ہی ان کو بھر سکتا ہے۔“  
معراج کا ذکر کرتے ہوئے مولانا ان بدعات کی مذمت کرتے  
ہیں۔ جنہیں اس کے ساتھ عام کر دیا گیا ہے۔ ”الاعتصام“ میں  
”معراج کوئی تقریب نہیں، ایک روحانی اشارہ ہے۔“ اور ”آج  
معراج ہے“ کے عنوان سے لکھتے ہیں:

یہ ایک وقت کی تیز روگاڑیاں کیوں رک گئیں، مکان اور جگہ  
کے پھیلاؤ نے سٹاؤ کی یہ شکل کیوں اختیار کر لی۔  
جذب و کشش کے قوانین کو کیا ہو گیا ہے؟ سائنس کیوں حیران  
ہے؟ اور فلسفہ کیوں ششدر ہے؟ جبریل کی یہ تگ و دو کیسی ہے؟ مرجا  
و خوش آمدید کی یہ آوازیں کس کے احترام میں بلند ہو رہی ہیں؟ آسمان  
کس کو جھک جھک کر دیکھ رہا ہے؟ اور زمین کیوں اچھل اچھل کر آسمان  
کی چوٹیوں کو چھو لینا چاہتی ہے؟ یہ سدرۃ المنتہیٰ پر انوار و تجلیات کی رنگا  
رنگ بارش کیوں ہو رہی ہے؟..... اور یوروشلم، جس کے سہاگ کو بخت  
نصر نے لوٹا اور طیطس نے برباد کیا، آج کیوں دلہن کی طرح سج رہا  
ہے؟ مسجد اقصیٰ کو کس کا انتظار ہے؟ اور یہ جلیل القدر انبیاء صف  
باندھے کیوں کھڑے ہیں؟ بات یہ ہے کہ آج معراج ہے، آج ایک  
جسد خاکی کو آسمان تک اڑانا ہے، ایک انسان اور بشر کو بزرگی و عظمت  
کے آخری فرازوں تک پہنچنا ہے اور قضاء و قدر کو یہ فیصلہ کرنا ہے کہ  
انسانی ارتقاء و عروج کے حدود کہاں سے کہاں تک ہیں، اور آج رحمت  
حق اور محبت الہی کو یہ جتنا ہے کہ ایک بندے کی خوش نودی و اعزاز کی  
خاطر کارخانہ قدرت میں کتنی بڑی تبدیلیاں ہو سکتی ہیں۔  
”معراج ایک حیرت انگیز واقعہ، ایک ایمان افروز حقیقت،

مولانا محمد حنیف ندوی نے ہمیشہ اس خیال کی مخالفت کی کہ مذہب  
ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے، اور یہ وہ خیال ہے جو عام الحاد پسند  
عنصر کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے، کہ مذہب کی نظر میں چوں کہ  
مادیت کی کوئی حقیقت نہیں، اور یہ کہ اصلی شے روحانیت ہے اس لیے  
وہ طبعیتوں کو ایسے رخ پر ڈالتا ہے جو تعمیر و تمدن کے یکسر منافی ہے۔

مولانا کے نزدیک مذہب کے بارے میں یہ تجزیہ عیسائیت اور  
ہندو مذہب کے کے اعتبار سے تو صحیح ہو سکتا ہے کہ وہاں رہبانیت اور  
تیاگ بنیادی عقیدے کی حیثیت رکھتے ہیں، لیکن اسلام کا مزاج اس  
سے بالکل مختلف ہے۔ وہ تو موت سے پہلے اور بعد کی زندگی میں کوئی  
خط امتیاز نہیں کھینچتا۔ بلکہ اُس کے نزدیک پہلی زندگی دوسری زندگی کی  
تمہید یا نتیجہ ہے۔ مولانا کا کہنا ہے کہ ”اسلام تمدنی ارتقا میں پورا پورا  
حصہ دار ہے، ایک مسلمان کی بہترین آرزو اس کے نزدیک یہی ہے  
کہ وقفا عذاب النار سے پہلے حسن دنیا کا طالب ہو، کہ عروس دنیا  
کے گیسوئے پیچیدہ کو اگر سلجھا لیا گیا، تو آخرت کا مسئلہ آسان ہے۔“

مولانا محمد حنیف ندوی کو اسلامی فلسفہ سے گہرا شغف رہا، لیکن فلسفہ  
ایسی روشنی مہیا نہیں کرتا جس سے زندگی کی تمام گتھیوں کو سلجھایا جاسکے،  
قرآن حکیم کے مطالب کی سمجھ کے لیے جہاں عقل و خرد سے اپیل ہے  
وہاں بعض مقام ایسے بھی آتے ہیں، جہاں عقل کی رسائی نہیں۔ یہاں  
ایمان آگے بڑھتا ہے اور انسان کی رہنمائی کرتا ہے۔ مولانا کہتے ہیں:

”بعض حقائق کا عقل سے بالاتر ہونا ان کو مشکوک ہرگز نہیں  
ٹھہراتا، بلکہ صرف یہ ظاہر کرتا ہے کہ کچھ خلا قلب و فکر کے  
ایسے ہیں جنہیں بھرنے کے لیے عقل آگے نہیں بڑھتی بلکہ



کے لیے یکساں قابل عمل نہیں، اس کے لیے خاص تعلیم، ذہن اور ظرف چاہیے۔“

”خلوت اور عزلت گزینی کا مفہوم محققین کے نزدیک یہ ہے کہ اس میں بعد مکانی ضروری نہیں، بلکہ دنیا کی ہنگامہ آرائیوں میں شریک و سہم رہنے کے باوجود بھی خلوت ممکن ہے۔ صحیح ترین پیرایہ بیان میں یوں سمجھئے کہ اس سے مقصود ذہن و فکر کے انداز یعنی Attitude of Mind کی تبدیلی ہے، یا زندگی کے بارے ایک خاص نقطہ نظر اپنانا ہے، اور وہ یہ کہ آپ چاہے کسی کام میں مصروف ہوں دل میں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ذکر اور یاد کی شمع فروزاں رہے، ہمارے نزدیک اس طرح کی خلوت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اصول صحت کا خاص طور پر خیال رکھا جائے، جس حد تک کہ عبادت و مجاہدہ قلب و ذہن پر بار نہ ہوں.....۔“

مولانا حنیف ندوی تعلیم نسواں کے زبردست حامی تھے، لیکن چند شرائط کے ساتھ۔ وہ یہ کہ علم کے حصول کے لیے جو ذرائع استعمال کیے جائیں، وہ عورت کے بارے میں اسلام کے دیئے ہوئے بیوی اور ماں کے تصور کو مجروح نہ کریں، گھر کے باوقار نظام کو تباہ نہ کریں۔ اسلام کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ عورتوں کو باروچی خانوں میں اس طرح الجھا دیا جائے کہ ذہنی تربیت کے لیے وہ ترس ترس جائیں، اور سوائے چولھے اور کھانے کے کسی اور مسئلے پر اظہار رائے نہ کر سکیں..... اسلام کا موقف واضح ہے۔ وہ بالکل نہیں چاہتا کہ مرد تو علم و ثقافت کے اونچے سے اونچے مرتبے پر متمکن ہوں، اور عورتیں انتہائی پستی کا شکار رہیں۔

اختلاف رائے صرف ذرائع اور مسائل کا ہے، اور ماحول کی موجودہ ناسازگاریوں کا ہے اور اس اصول حقیقت کا ہے کہ آپ کے ذہن میں عورت کا تصور کیا ہے؟..... سوچنا یہ ہے یعنی اگر ماں ہونے کے لیے عورت کا پاک باز و عقیفہ بیوی ہونا لازمی ہے، تو پھر عزت و توقیر کی دولت کو بھیٹ چڑھا کر علم حاصل نہیں کیا جائے گا۔“

مولانا حنیف ندوی کا سرمایہ داری کے بارے میں یہ موقف تھا

ایک غیر معمولی معجزہ ہے جس سے انسانی مضمرات فضیلت و بزرگی پر روشنی پڑتی ہے، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انسانیت کا مقام اسلام میں کتنا اونچا ہے۔“

سب سے زیادہ اہم توحید کا نکتہ ہے جس پر مولانا محمد حنیف ندوی بہت زور دیتے ہیں کہ وہ اسی نکتے کو اسلام کا سنگ بنیاد قرار دیتے ہیں۔

”توحید وہ پہلی اساس اور پہلی بنیاد ہے، جس پر دین کا قصر جمیل قائم ہے، اس پر ہمارے اخلاق و معاملات کی پاکیزگی کا دار و مدار اور انحصار ہے، یعنی وہ شخص جو اللہ کو پہچانتا ہے، جس نے اس کو خلعت و وجود بخشا، جس نے اُسے ہر طرح کی نعمتوں سے بہرہ مند کیا، جس نے آنکھیں دیں کہ چمنستانِ دہر کے ایک ایک گل بوٹے کا مشاہدہ کر سکے، کان دیئے تاکہ صدق و عدل کے نعروں کو سن سکے، ہاتھ پاؤں اور طاقت عطا فرمائی، کہ گھوم پھر کر اللہ کی نشانیوں کا کھوج لگا سکے، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عقل و خرد کے خزانِ مرحمت فرمائے، تاکہ زندگی کی الجھنوں میں اس سے کام لے سکے، ایسا شخص یقیناً اس لائق ہے کہ دنیا کو ٹھیک ٹھیک سمجھ سکے اور احساس و محبت کے نازک تقاضوں کو محسوس کر سکے۔ کیوں کہ جس نے اپنے پروردگار کو پہچاننے میں غفلت نہ برتی، وہ خلق اللہ کے حقوق کو بھی پہچان سکے گا، مگر ایسے بدنصیب سے کہ جس نے خدا ہی کے بارے میں تساہل سے کام لیا، کیا امید ہو سکتی ہے کہ وہ انسانی حقوق اور فرائض کے دائروں کو کما حقہ سمجھ سکے۔“

اسلام میں تصوف کے بارے مولانا حنیف ندوی نہایت ہی صحت مند اور متوازن رائے رکھتے تھے، وہ اسے بگڑے ہوئے خانقاہی نظام سے بالکل الگ تزکیہ قلب کی مسلسل کوشش سمجھتے تھے، جسے دنیا میں رہتے ہوئے، دنیاوی فرائض کو سرانجام دیتے ہوئے جاری رہنا چاہیے۔ ان کا کہنا تھا کہ

”اگرچہ تصوف کے دروازے سب کے لیے کھلے ہیں لیکن یہ دعوت تزکیہ اپنے مزاج اور ساخت کے اعتبار سے سب

کہ اسلامی سرمایہ داری کا نہ حامی ہے نہ مخالف، اُس کا اپنا ایک معاشی نظام ہے جو اس کا متقاضی ہے کہ معاشرے میں معاشی انصاف ہو، مساوات ہو، اور کوئی شخص دوسرے شخص کا استحصال نہ کر سکے۔

سب سے بڑی بات جس کے خلاف مولانا حنیف ندوی نے عمر بھر اپنی تقریر اور تحریر میں جہاد کیا، وہ مذہبی تنگ نظری ہے اپنے کو شرک و بدعات میں کھودینا ہے۔ انہوں نے ہمیشہ دین کے نام پر رسم و رواج میں کھوجانے والی قوموں کے الم ناک انجام کی نشان دہی کی فرماتے ہیں:

”بات یہ ہے کہ جب تک کوئی قوم مذہب کے صحیح تصور سے آشناء رہتی ہے اور اُس کی نظروں میں دین کا مفہوم اوجھل نہیں ہوتا اس وقت تک اُس کی زندگی متوازن اور ہم وار رہتی ہے، اور جب وہ صحیح اور جامع تصور نظروں سے غائب ہو جاتا ہے تو پھر اُس میں توازن اور جامعیت کی جگہ تنگ نظری لے لیتی ہے۔ نیکی کا تصور چند رسمیات میں محدود ہو جاتا ہے اور عقیدہ و عمل کے وسیع خانے بری طرح سکڑ جاتے ہیں۔ اہل کتاب زندگی کی اسی منزل میں تھے جہاں زندگی ہی نہیں رہتی بلکہ رسم اور ریت کا بے جان روپ دھار لیتی ہے اور یہ وہ منزل ہوتی ہے جہاں پہنچ کر تو میں صحیح نقطہ نظر کھو بیٹھتی ہیں، بصیرت و اجتہاد کی تازگی اور براقی مردہ و بے معنی موشگافیوں میں زائل ہو جاتی ہے اور رسم و رواج کی بے معنی پیروی اور اندھی تقلید سے ذہن ٹھس ہو کر رہ جاتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ کتاب کی روشنی بھی کوئی معتد بہ فائدہ نہیں پہنچاتی ہے۔ قرآن حکیم انہیں اسی منزل جمود سے نکالنا چاہتا ہے، اور یہ کہنا چاہتا ہے کہ اگر تم اس صورت حال کا غیر جانب داری سے جائزہ لو اور اپنی ایک ایک ذہنی قلبی بیماری کو ٹٹولو اور ایک ہی حقیقت کے مقابلے میں اپنے متضاد طرز عمل پر غور کرو تو تمہیں معلوم ہو سکتا ہے کہ حقیقت کیا ہے اور تمہیں آگے بڑھنے کے لیے کن اہم صداقتوں کو اپنانا ہے۔“

مولانا محمد حنیف ندوی اپنی زندگی کے تیسرے دور میں ادارہ ثقافت

اسلامیہ لاہور سے منسلک ہو گئے (اُن دنوں ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم ادارہ ثقافت اسلامیہ کے ڈائریکٹر تھے) اور وہاں بطور ریسرچ سکالر بہت ہی اعلیٰ پایہ کا تحقیقی کام کیا، جس سے وہ اسلام کے ایک جید مفکر کی صورت میں ابھرتے ہیں، انہوں نے یہاں رہ کر دو درجن کے قریب کتابیں تصنیف کیں، جو اسلامی فکر میں بہت اونچا مقام رکھتی ہیں۔ ان کی زندگی کا یہ دور گو بہت اہم تھا، لیکن ہمارے نزدیک مسجد مبارک کے گوشے میں بیٹھ کر قرآن مجید کا درس دینے کا دور اس سے زیادہ عظیم تھا، کہ مولانا نے نہایت یک سوئی اور قناعت کے ساتھ حق کی اشاعت کا کام کیا، جب کہ اُن کی ماہانہ تنخواہ غالباً ساٹھ روپے سے زیادہ نہ تھی۔ اُس مرد درویش کی طرح جسے کسی مادی منفعت، صلے، اور تحسین کی پروا نہ ہو، اور جو تند و تیز مخالف ہواؤں میں اسلام کی سچائی کا دیا جلاتا رہے، اور آنے والی نسلوں کو گمراہی کے راستوں پر بھٹکنے سے بچاتا رہے، مولانا حنیف ندوی نے اظہار حق میں کبھی بھی مصلحتوں کو پیش نظر نہ رکھا، جو بات سچ جانی اُس کا برملا اعلان کیا، کسی مسئلے پر جو کچھ ایمان داری سے محسوس کیا، اُس کا بلا خوف اظہار کیا، اپنی ہر دلچیزی کی پروا نہیں، شہرت سے کوسوں دور رہے، اسلام کو ہمیشہ خائفانہ نظام سے علیحدہ، رہبانیت اور بدعات سے پاک ایک صاف ستھرا راستہ ثابت کیا، اور اُسی پر چلے، جلیل القدر اسلامی مفکروں کی طرح اجتہاد کی ضرورت پر زور دیا، اور کہا ”اسلام ایک متحرک نظام حیات ہے، جو ہر دور میں ہمارا ساتھ دیتا ہے۔ اپنی روشن خیالی کی اس روایت میں مولانا محمد حنیف ندوی ندوة العلماء کی اس شان دار روایات کا اہم حصہ ہیں جس میں سید سلیمان ندوی، اور مولانا ابوالحسن علی ندوی جیسے مشاہیر کے نام آتے ہیں۔ خود مولانا ابوالحسن علی ندوی نے چند سال ہوئے مکہ مکرمہ میں ایک نجی محفل میں مولانا حنیف ندوی کو شان دار الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا اور کہا کہ مولانا حنیف ندوی کلاس میں ان سے سینئر تھے، نہایت ذہین طالب علم تھے، اور اعلیٰ خوبیوں کے مالک تھے۔ افسوس کہ ہم ایسی مجتہدانہ فکر اور بصیرت رکھنے والے مفکر اسلام کی وہ قدر نہ کر سکے جس کا وہ مستحق تھا۔



## تبصرہ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دوستوں کا آنا ضروری ہے

اسلامی مہینے اور ان کا تعارف

تالیف: محمد ارشد کمال

نظر ثانی: پروفیسر سعید مجتبیٰ سعیدی

ضخامت: ۲۳۲ صفحات

ناشر: مکتبہ اسلامیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار۔ لاہور

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

قمری یعنی اسلامی تقویم میں مہینے تعداد کے اعتبار سے بارہ ہیں۔

ان مہینوں کے نام اسلامی ذہن رکھنے والوں کو بخوبی معلوم ہیں۔

اسلامی مہینے کے آغاز و اختتام کا تعلق چاند کے ساتھ ہے۔

عیسوی تقویم اور اسلامی تقویم میں بہت سا فرق ہے۔ عیسوی تقویم

میں سال کا آغاز جنوری سے اور اختتام دسمبر میں ہوتا ہے، جب کہ

عیسوی تقویم کے دنوں کی تعداد بھی مقرر ہے۔ اس کے برعکس اسلامی

تقویم نئے چاند کے نظر آنے سے مہینوں کا آغاز ہوتا ہے اور اس مہینے

کے دن کبھی ۲۹ اور کبھی ۳۰ ہوتے ہیں۔ کم یا زیادہ نہیں ہوتے۔

عیسوی اور اسلامی تقویموں کے علاوہ ایک ہندی تقویم بھی ہے

جسے عرف عام میں دیسی مہینے کہا جاتا ہے۔ دیسی مہینے کی تاریخیں ۳۳

دنوں تک بھی چلی جاتی ہیں۔

زیر تبصرہ کتاب کے مؤلف محترم جناب محمد ارشد کمال نے اسلامی

مہینے اور ان کے تعارف کو بڑے خوب صورت، مدلل اور تحقیق و تخریج

کے زاویے سامنے رکھتے ہوئے زینت قرطاس کیا ہے۔ انھوں نے

اسلامی تقویم جو ماہ محرم الحرام سے شروع ہوتی ہے، بالترتیب بیان کیا

ہے۔ ہر ماہ کا نام اور نام کی وجہ تسمیہ کے علاوہ مہینے اور ان میں شمار

دنوں میں اسلامی واقعات و حالات کو بھی بیان کیا ہے۔

اسلامی مہینوں میں اسلامی واقعات کے وقوع پذیر احوال کے

علاوہ پیٹ پرست علمائے سوء کے رحم و کرم کے باعث بعض رسوم

و بدعات بھی در آئی ہیں اور ان کو جس طرح بڑھا چڑھا کر پیش کیا

جانے لگا ہے، ان بدعات کا رد بھی جناب مؤلف نے خوب کیا ہے۔

معلومات سے لبریز یہ کتاب قرآن و حدیث کے علاوہ تاریخ و سیر میں

درج واقعات کا مرقع بھی ہے۔ عام فہم انداز لیے ہوئے یہ کتاب

جہاں قارئین کے لیے مفید و معلوماتی ہے وہاں نو آموز خطبائے

مساجد و طلبائے علوم دینیہ کے لیے بھی اچھی ہے۔

حضرت الاستاذ ابو حمزہ سعید مجتبیٰ سعیدی رحمہ اللہ کا جان دار اور مدلل

مقدمہ اس کتاب کے مندرجات اور لب لباب کو سمجھنے کے لیے بے حد

معلوماتی ہے۔ اس کتاب کی نظر ثانی کا دقیق کام بھی موصوف ہی نے

سرا انجام دیا ہے۔ بارک اللہ فی عمرہ

یہ خوب صورت کتاب مکتبہ اسلامیہ کے مدیر جناب مولانا سرور

عاصم صاحب کے ذوق طباعت و نشر کی آئینہ دار بھی ہے کہ کمپیوٹر

کمپوزنگ، مضبوط جلد اور عمدہ سفید کاغذ سے مزین کر کے اسے شائع

کیا گیا ہے۔

اللہ کریم سے دعا ہے کہ قمری (اسلامی) مہینوں میں پیش آمدہ

اسلامی تاریخ اور حادثات و واقعات اور مسائل دینیہ سمجھنے اور ان پر عمل

کرنے کی ہر مسلمان کو توفیق سے نوازے اور بدعات و رسومات سے

بچنے کی توفیق بھی دے۔

ہم مزید دعا گو ہیں کہ اللہ کریم اس کتاب کے مؤلف کی عمر میں،

علم میں اور ذوق کتب نویسی میں برکت فرمائے اور مزید اشاعت دین

کا کام ان سے لے۔ آمین یا رب العالمین

## توحید کا قلعہ

تالیف: علامہ الشیخ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ  
ضخامت: ۱۴۴ صفحات قیمت: ۹۰ روپے  
ناشر: ادارہ صبح روشن پبلشرز لاہور  
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

زیر تبصرہ کتاب توحید کے عظیم عنوان پر اپنے اردو ترجمے کے ساتھ ادارہ صبح روشن نے پیش کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ ”توحید کا قلعہ“ نامی کتاب کے مؤلف ساحتہ الشیخ علامہ عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ عالم اسلام کے ایک عظیم رہنما تھے۔ جن کی ساری زندگی اشاعت دین میں گزری۔ آپ ایک استاذ، امام، مفتی اور داعی دین اسلام کی حیثیت سے جانے جاتے تھے۔

عقیدہ توحید پر ایمان، عقیدہ توحید کی اشاعت، خرافات و بدعات سے نفرت اور عقیدہ توحید سے محبت ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ توحید اپنانے میں فائدہ ہے اور شرک و بدعات کے ارتکاب سے نقصان ہے۔ توحید سے اہل ایمان تروتازگی حاصل کرتے ہیں۔ مشرک کے شرک سے اہل ایمان بے زار ہوتے ہیں اور فرشتے بھی اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ گناہوں سے بچنے اور عقیدہ توحید کی پہچان کے لیے زیر تبصرہ کتاب کو شائع کیا گیا ہے۔ محترم میاں محمد جمیل رحمہ اللہ ناظم اعلیٰ ابوہریرہ شریعہ کالج لاہور و کنوینر دعوت التوحید پاکستان کی نظر ثانی سے اس کتاب کی افادیت میں اضافہ ہوا ہے۔ عربی سے اردو ترجمہ احمد درویش کا ہے۔ عناوین کے اعتبار سے اس کتاب میں درج ذیل موضوعات پر مواد دیا گیا ہے۔ توحید کی فضیلت، توحید کا رسوخ، انبیاء و صالحین کا وسیلہ، غیر اللہ سے مدد، شب براءت کی شرعی حیثیت، اہل تصوف اور قبریں، جشن شب معراج کی شرعی حیثیت، کتاب مدلل اور تخریج آیات و احادیث سے مزین ہے۔ کمپیوٹر کمپوزنگ، کارڈ کور ہے۔

فداک آبی وائی (میرے ماں باپ آپ پر قربان)

تالیف: حافظ ابوبکر اسماعیل  
ضخامت: ۸۰ صفحات قیمت: ۶۰ روپے

## تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

رسول اکرم، پیغمبر رحمت، آخر الزماں نبی حضرت محمد کریم رحمہ اللہ کی ذات ستودہ صفات پر ایمان ہر مسلمان پر لازم ہے۔ پیغمبر کریم رحمہ اللہ پر ایمان ہی نہیں لانا بلکہ آپ کی ذات پر قربان ہونا اور حرمت رسول رحمہ اللہ پر جان و دارنا اور ہر لمحہ آپ کی محبت کا دم بھرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔ مطیع و فرمان بردار ہی کامیاب و کامران ہوں گے کہ جنہوں نے محبت رسول رحمہ اللہ میں اپنا سب کچھ تیاگ دیا۔ آپ رحمہ اللہ کے حکم پر مال، عزت، جان تک قربان کر دی۔

زیر تبصرہ کتاب میں رسول معظم، شفیع عاصیاں، پیر کلاماں جناب حضرت محمد مصطفیٰ رحمہ اللہ کی حرمت بیان کی گئی ہے۔ اصحاب رسول رحمہ اللہ کے دل نشین اور ایمان افروز واقعات اور فرماں برداری کے کئی ایک لمحے چن چن کر اس کتاب کے صفحات پر بکھیرے گئے ہیں۔ کمپیوٹر کمپوزنگ، کارڈ کور ہے۔

## روزے کے مسائل

تالیف: الشیخ صالح المنجد ضخامت: ۷۲ صفحات  
قیمت: ۴۰ روپے ناشر: صبح روشن پبلشرز لاہور  
تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

عظیم برکتوں، رحمتوں اور مغفرتوں کا مہینا مسلمانوں پر سایہ فگن ہو رہا ہے۔ رمضان المبارک کی عظیم عبادت اس ماہ کے فرضی روزے ہیں جو ہر عاقل و بالغ، مرد و عورت کلمہ گو مسلمان پر فرض ہیں۔ عورتوں کے لیے بعض رعایات ہیں، اسی طرح مسافر اور بیمار کے لیے بھی.....! رمضان المبارک کی تکریم کی جائے اور ایک صحت مند مسلمان کو چاہیے کہ اس ماہ مبارک میں اپنی صحت کے پیش نظر اس کے روزے، قیام، تلاوت قرآن کی کثرت کرے۔

زیر تبصرہ مختصر کتابچہ اپنے اندر مفید معلومات و مسائل لیے ہوئے ہے۔ موضوع کی مناسبت سے پڑھنے کے لائق ہے۔ اردو ترجمے کے ساتھ اردو خواں حضرات کے لیے آسان و عام فہم ہے۔



## نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

أَشْرَفُ، أَكْمَلُ، أَفْضَلُ، أَحْيَرُ      مَا شَاءَ اللَّهُ، مَا شَاءَ اللَّهُ!  
زَيْنُ، طَيِّبُ، أَقْدَسُ، أَطْهَرُ      مَا شَاءَ اللَّهُ، مَا شَاءَ اللَّهُ!  
ہر بہتر سے بڑھ کر بہتر  
مَا شَاءَ اللَّهُ، مَا شَاءَ اللَّهُ!

ذکرِ نبیؐ کا أَحْسَنُ أَحْسَنُ خوشبو جس کی گلشن گلشن  
روشنی جن کی آنگن آنگن برکت جس کی دامن دامن  
چرچا اس کا دیکھو گھر گھر  
مَا شَاءَ اللَّهُ، مَا شَاءَ اللَّهُ!

درباں کوئی ہے نہ پیادہ لشکر ان کا سب سے زیادہ  
تن پر ہے پوشاک بھی سادہ سب کی خدمت کو آمادہ  
شب کو لگائیں خاک پہ بستر  
مَا شَاءَ اللَّهُ، مَا شَاءَ اللَّهُ!

(امّ عبدمنیب)